امہات الامہ

حصہ اول

الملقب بہ

ازدواجِ پیغمبرؐ

از شمس العلماء مولوی حافظ محمد نذیر احمد صاحب مرحوم

ایل۔ ایل۔ ڈی۔ ڈی او ایل

مرتبہ

محمد عبد الراشد الخیری۔ ایڈیٹر عصمت و تمدن

سنہ ۱۹۱۵ء

تمدن پریس سنہ ۱۳۳۳ دہلی میں شائع ہوئی

عِصمت

(دہلی)

جہاں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے کہ تعلیم نسواں ترقی کا پہلا زینہ ہے وہاں اکثر بزرگان قوم نے یہ بھی مان لیا ہے کہ خواتین کے مطالعہ کیواسطے عصمت ایک نعمت ہے جس میں دینی اور دنیوی دونوں قسم کی فلاح وبہبودی ملحوظ ہے کنواری لڑکیوں کیواسطے عصمت سے بہتر سہیلی عصمت سے بہتر شفیق رفیق عصمت سے بہتر ناصح مصلح کا رہنا ناممکن ہے عصمت ہی انکو بتائیگا۔ کہ کنوارپنے کی زندگی اُن کو کس طرح گزارنی ہے۔ ماں۔ باپ کا ادب بہن بھائیوں کی خدمت۔ بڑوں کی تعظیم۔ چھوٹوں سے محبت انکا فرض منصبی ہے۔ جس نئی دنیا میں اُن شامل ہوتا ہے اُس کیلئے انہیں کیا تیاری کرنی ہے جو جو دقتیں اُن کو پیش آئینگی اُن کو کس طرح رفع کرنا ہے۔ ساس نندوں کے ساتھ اُن کے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں۔ غرض ان کی آئندہ زندگی کو تمام خطرات سے بچا کر پُرلطف با اطمینان بسر کرنے کے واسطے عصمت سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں عصمت کا ایک ایک حرف گوہر آبدار ہے ہر ہیں (۴۸) صفحہ کا رسالہ کوڑیوں کے مول موتی ہیں سالانہ قیمت (عہ) ہر

منیجر عصمت۔ و تمدن۔ دہلی

راحتِ زمانی ملک کے مشہور اہل قلم مولوی سید احمد صاحب مولف فرہنگ آصفیہ کی مقبول کتاب کا دوسرا ایڈیشن جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہورہا ہے اور جسکی چند جلدیں باقی ہیں۔ بیگماتی قلعہ معلی کی زبان اور واقعات اس قدر دلچسپ کہ بلا ختم کئے کتاب ہاتھ سے نہ چھوٹے بیگم کا شباب اور انجام والدین کے کرشمے عیاروں کی مکاری المختصر راحت زمانی اردو لٹریچر کی وہ آخر کتاب ہے جو مردانہ اور زنانہ دونوں کتب خانوں کو زیب دیگی اور جس کا ہر گھر اور کتب خانہ میں ہونا نہایت ضروری ہے قیمت ایک روپیہ (عہ)

نوٹ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں ذمہ خریدار ہے۔

منیجر عصمت و تمدن دہلی سے طلب کیجئے

التماس

امہات الامہ جو عم مغفور و استاد مرحوم شمس العلما مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی کی آخری تصنیف اور اردو لٹریچر کا ایک بیش بہا ذخیرہ تھا جب چند خوش اعتقاد طلبا کی عنایت سے پردہ دنیا سے ناپید ہوئی اور کتاب کا اصلی مقصد جو یورپ کے سامنے حضور اکرم صلعم کی ذات پاک کو تعدد ازدواج کے متعلق اغراض نفسانی سے پاک ثابت کرنا تھا پورا نہ ہوا تو میں نے ایک نسخہ بہ مشکل تمام فراہم کیا اور مولانائے مغفور سے نظر ثانی کی التجا کی معبود حقیقی اس پاک روح کو جوار رحمت میں جگہ دے جس نے میری التجا قبول کی اور میں اس قابل ہوا کہ **امہات الامہ** کا حصہ اول شائع کر سکوں کتاب کے انگریزی ترجمہ میں ڈاکٹر مشرف الحق صاحب ایم. اے. پی ایچ ڈی اور آپ کی اہلیہ محترمہ جو انگریزی خاتون ہیں مصروف ہیں زندگی ہے تو وہ کوشش بھی بار آور ہوگی۔

ظاہر ہے کہ امہات الامہ پردۂ دنیا سے ناپید ہو چکی اور مولانائے مغفور بھی رحلت فرما گئے مگر [illegible] دنیا اب دیکھ لے کہ رسالت مآب کی پاک زندگی کے حالات ایسی حالت میں کہ روئے سخن ان لوگوں سے ہو جو منطق و فلسفہ سے باہر قدم تک نہیں رکھتے اس قابلیت سے لکھ دینے والے اب قوم میں کتنے بزرگ ہیں اور علامہ بلگرامی مرحوم کی یہ ارزو کہ کاش **امہات الامہ** کا ترجمہ میں کرتا کہاں تک حق بجانب تھی۔

بہر حال وہ دفتر گاؤ خورد ہوا اب **امہات الامہ** کا دوسرا حصہ زیر طبع اور انگریزی ترجمہ ہاتھوں میں ہے اور جس خدا نے کام یہاں تک پونہچا دیا ہے اس سے اُمید ہے کہ وہ منزلِ مقصود تک بھی پونہچا دیگا۔

جن حضرات نے امہات الامہ کی تکمیل میں میرا ہاتھ بٹایا ہے وہ اپنے صلہ کی توقع اُسی سچّے رسول سے رکھیں جس کی شفاعت ہمارا ایمان ہے اور **امہات الامہ** کی اشاعت جس رسول برحق کی سچی خدمت ہے۔

اس موقعہ پر میں اپنے برادر محترم مولوی بشیرالدین احمد صاحب کا شکریہ اَدا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جن کی وجہ سے **امہات الامہ** ناپید ہوکر پیدا ہوئی +

راشد الخیری

ازدواج پیغمبرؐ

مصنّفہ

شمس العلما مولانا حافظ محمد نذیر احمد صاحب۔ ایل ایل۔ ڈی

ڈی۔ او۔ ایل۔ مرحوم و مغفور

ہم تو ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک وقت کا ایک تقاضا ہوتا ہے خاص۔ یعنی ہر ایک وقت کے لوگ سب نہیں تو اکثر ایک خاص خیال کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا چرچا تھا۔ عیسےٰ کے طب کا ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کے عہد میں زبان عربی کی فصاحت بلاغت کا ہم نے اپنے ابتدائے شباب میں بہت سے چرچے دیکھے۔ ناچ رنگ کے۔ گانے بجانے کے شعر و شاعری کے پتنگ بازی بٹیر بازی شطرنج بازی بہتیری بازیوں کے اکھاڑوں میلے تماشوں کے۔ یا اب انگریزی عملداری۔ انگریزی تعلیم کی بدولت دیکھ رہے ہیں۔ آزادی کے۔ ریفارم (اصلاح) کے۔ اخبار اور رسالوں کے۔ انجمنوں کے کانگرسوں۔ اور کانفرنسوں کی کمیٹیوں اور سوسائیٹیوں کے اشتہاروں اور

تعلیم گاہوں کے۔ مذہبی مناظرات کے اور بالآخر سودیشی کے بائی کاٹ کے
سوراج کے۔ یہ جتنے چرچے ہیں۔ سب انڈے بچے ہیں آزادی کے ان سب
چرچوں میں سے ہم کو صرف اُس آزادی پر کچھ لکھنا ہے۔ جو مذہبی مناظرات میں
برتی جاتی ہے۔ انسان کی بناوٹ پر نظر کرتے ہیں تو وہ ایک تو جسم رکھتا ہے قریب
قریب اسیطرح کا جسم اور جانوروں کے پاس بھی ہے جسم کے علاوہ ایک خاص طرح
کی روح ہے وہ مغز ہے اور جسم پوست وہ مخدوم ہے اور جسم خادم۔ وہ کارفرما
ہے اور جسم کارکن وہ سوار ہے اور جسم سواری۔ وہ مثلاً بڑھئی کی جگہ ہے اور جسم
کلہاڑی بسولے۔ آرے کی جگہ پہلے آدمی کے دل سے ارادہ پیدا ہوتا ہے
اور پھر وہ ارادہ اعضاء و جوارح کے ذریعے سے عمل میں لایا جاتا ہے یعنے

نوٹ: سودیشی اور سوراج ہندی لفظ ہیں زبان سنسکرت سے ماخوذ۔ سودیشی کے معنے ہیں
کہ اپنے دیس یعنی ملک کا بنا ہوا ساز و سامان زندگی استعمال کیا جائے۔ سوراج کے معنے ہیں اپنی حکومت
کو ہم آپس کے جھگڑے انگریزی عدالتوں میں نہ لیجائیں بلکہ خود فیصلہ کر لیا کریں یعنے ہندوستان
میں ہمارا راج ہو اور ہماری حکومت۔ بائی کاٹ انگریزی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنے ہیں کہ غیر
ملکوں کے بنائے ہوئے ساز و سامان زندگی کے استعمال کو روکا جائے۔ چند روز سے
یہ شورش انگریزی کی مخالفت میں بنگالے سے شروع ہوئی کیونکہ انگریزوں نے صوبہ بنگالہ کو تقسیم کر کے
مشرقی بنگالے کا علاقہ جدا کر دیا۔ اہل بنگال کے بیرسٹروں اور وکیلوں نے تقسیم بنگالہ میں
اپنا مالی نقصان دیکھ کر ہندوستان سے لیکر ولایت تک اس کی مخالفت کی مگر کہیں شنوائی نہیں
ہوئی آخر اس تقسیم کاری کے انتقام کے طور پر خود بنگالے نے سودیشی اور بائی کاٹ اور سوراج کے
شور و شغب مچائے اور اس شورش میں ہندوستان کے اور حصے بھی کم و بیش شامل ہوتے گئے
[illegible] تک ہی یہ شورش برسر ترقی ہے انگریزی گورنمنٹ اور حکومت سے بڑھ کر زبردست ہندی شورش
کے واسطے [illegible] یہ شورش اگر بالکل فرو نہ ہوگی تو بغاوت کا رنگ آخر کار ضرور پکڑ جائیگا

ارادہ عملی شکل صورۃ میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ایسا آزادی کے اعتبار سے دیکھتے ہیں
اگر ارادہ اور عمل کہاں تک آزاد ہو سکتے ہیں تو عمل کو تو کسی طرح آزاد کہہ ہی نہیں سکتے
وہ شروع ہی سے محکوم ارادہ ہے اور چونکہ اعضا و جوارح کے ذریعے سے
وقوع پذیر ہوتا ہے اور اعضا و جوارح بجائے خود جسم میں بہت سے اسباب
خارجی اس کے وقوع کو روک دے سکتے ہیں آدمی پرندوں کی طرح ہوا میں اڑنا چاہے
تو اڑ نہیں سکتا چوری کرنا چاہے تو لوگ اسکو چوری نہیں کرنے دیں گے پس
عمل کو صرف ایک محدود حلقے میں آزاد کہہ سکتے ہیں رہا ارادہ وہ البتہ بظاہر
آزاد معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اختیار رکھتا ہے جو چاہے خیال کرے جو چاہے
سوچے مگر نہیں عمل کا پیرایہ اختیار کرنے کے علاوہ وہ محکوم ہے صحبت کا تعلیم
و تربیت کا۔ آب و ہوا کا۔ تقاضائے عمر کا۔ مذہب کا رسم و رواج کا گردوپیش
کی تقلید کا غرض مطلق آزادی ارادے اور خیال کو بھی نصیب نہیں جو لوگ ان قیود
اور شرائط کا لحاظ تو کرتے نہیں ستو باندھ کر مطلق آزادی کے پیچھے پڑتے
ہیں انہی سے دنیا میں بدامنی پھیلتی ہے حاکم وقت ارادے اور خیال تک
تو دست رس نہیں رکھتا ہاں نقص امن کا اندیشہ ہو تو خیال کو عملی صورۃ اختیار کرنے
سے روک سکتا ہے اور قانون اور پولیس اور عدالتیں اسی مرض کی دوائیں ہیں کئی
برس ہوئے گوڈگانوہ کے ایک پادری صاحب مذہبی مناظرے کے پیرایے
میں حد اعتدال سے بڑھی ہوئی آزادی عمل میں لائے کہ اپنے ایک رسالے میں
پیغمبر صاحب آخر الزمان صلعم کی نسبت ان کی بیبیوں کے بارے میں بڑی زبان
درازیاں کیں جس سے جمہور مسلمین کی بڑی دل آزاری ہوئی مسلمان جگہ جگہ استغاثہ
فوجداری کی تیاریاں کرنے لگے اور جگہوں کا حال تو خبر نہیں دلی سے کچھ لوگ عرضی
لیکر شملے گئے بارے پادری صاحب کی کتاب کی اشاعت حکماً بند کردی گئی

اسی اثنا میں سر سید احمد خان مرحوم مغفور بھی پادری صاحب کی کتاب
کا جواب لکھ رہے تھے مگر وہ پورا نہیں ہونے پایا تھا کہ سید صاحب انتقال
فرما گئے ہم نے تو نہ پادری صاحب کی کتاب دیکھی اور نہ سید صاحب کا ادھورا
جواب مگر اتنی بات پہلے سے معلوم ہے کہ پادری صاحب نے سخت زبانی
کے سوائے اعتراض میں کوئی نئی بات اپنی طبیعت سے تو ایجاد کی نہ ہو گی اعتراض
تو نہیں مگر جواب تو خود قرآن میں موجود ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ
وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً جواب کا ہونا دلالت کرتا ہے کہ نزول قرآن
کے وقت بھی پیغمبر صاحب کی زندگی میں بعض لوگ زن و فرزند کے تعلقات کو
خلاف شان پیغمبر سمجھتے ہیں اور ان ہی تعلقات کی وجہ سے جناب رسالت مآب کی رسالت
کے منکر تھے۔ غرض پرانا اعتراض ہے اور علماء اسلام نے اس کے
دندان شکن جواب بھی دیئے ہیں مگر مسلمان ہو کر اپنے پیغمبر کے تقدس کی اپنے
مقدور بھر اور اپنے طور پر واجبی حمایت کیے بدوں ہم سے نہیں رہا جاتا اور یہ بات
بھی ہے کہ اعتراض کسی مسلمان کے کان میں پڑے اور اسکو جواب نہ ملا ہو اور
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کی نسبت خیال فاسد موہم سوء ادب
دل میں بیٹھ جائے تو ایمان کے جاتے رہنے کا خوف ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔
پیغمبر صاحب کے کثیر الازدواج ہونے سے ہمکو انکار نہیں۔ اس کو
سب مانتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے انتقال کے وقت بی بی عائشہ۔ سودہ۔
حفصہ۔ ام سلمہ۔ زینب بنت جحش۔ ام حبیبہ۔ جویریہ۔ صفیہ۔ میمونہ نو بیبیاں
ان کے نکاح میں تھیں تو الد و تناسل کی قوۃ کو لوگوں نے کچھ آج سے نہیں

سلہ اور (اے پیغمبر) تم سے پہلے بھی ہم نے بہتیرے پیغمبر بھیجے اور ہم نے
ان کو بیبیاں بھی دیں اور اولاد بھی دی ۱۲۔

قدیم الایام سے بری طرح استعمال کرکے اس قدر شرمناک چیز بنا دیا ہی
کہ جائز طور پر بھی بڑی پردہ داری کے ساتھ اس سے کام لیا جاتا ہے حالانکہ
بقائے نوع انسانی اسی قوت پر موقوف ہے جتنے آدمی ہو گذرے ہیں
اسی قوۃ سے پیدا ہوئے اور جو آیندہ ہوں گے وہ بھی اسی قوۃ سے پیدا
ہوں گے پردہ تو اس قدر کیا جاتا ہے اور کوئی فرد بشر اس سے خالی بھی
نہیں۔ زناشوئی کے جتنے تعلقات ہیں سب اسی غرض سے کیے جاتے ہیں
اور پردے کی پوچھو تو وحشی سے وحشی قومیں بھی آگا پیچھا چھپائے رکھتی ہیں
کپڑا میسر نہیں تو پتے ہی سہی یہ پردہ تو اسی وقت سے ہی کہ مذہبی روایت کی
روسے جب خدا نے آدم اور حوا کو بہشت سے نکالا تو ان کی اس وقت کی حالت
کا بیان قرآن میں ہے بدت لهما سوآتهما وطفقا یخصفٰن علیہما من ورق
الجنۃ باایں ہمہ توالد تناسل کی قوۃ فی حد ذاتہا ہرگز بری نہیں اور جو اس کو برا
سمجھے وہ حکمۃ بالغہ الٰہی پر اعتراض کرتا ہے خدا تو ہر چیز پر قادر ہے اِنَّ
مثل عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون خدا چاہتا
تو مرد اور عورت کو ایسی قابلیت دیتا کہ مرد کھانستا اور مونہہ سے بیٹے اگل دیتے
عورت چھینکتی اور ناک سے بیٹیاں جھڑ پڑتیں مگر اس نے جو توالد تناسل کا قاعدہ
جاری کیا ہے تو اس کی مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے الا یعلم من خلق وھو
اللطیف الخبیر۔ پس مناکحۃ حقیقۃ میں خدائے تعالیٰ کے ارادے کا نافذ کرنا

لہ جوں ہی آدم و حوا نے درخت ممنوع کے پھل کو چکھا تو دونوں کی پردہ کرنے کی چیزیں انکو
دکھائی دینے لگیں اور لگے بہشت کے پتوں کو اپنے اوپر چپکانے ۔ انتہٰی ہاں جیسے آدم
ویسے عیسے کہ خدا نے مٹی سے آدم کے پتلے کو بنا کر اسکو حکم کیا کہ آدمی بن اور وہ آدم بن گیا
لہ بھلا ہو سکتا ہے کہ خدا جو پیدا کرے وہی مخلوقات کے حال سے ناواقف ہو حالانکہ وہ بڑا باریک بین باخبر ہے

اور اس کی مرتبی کی تکمیل ہے اور اسی سے پیغمبر صاحب نے فرمایا لَا رَهْبَانِيَّةَ
فِي الْإِسْلَامِ اور النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي اور جو لوگ
اس سے اعراض کرتے یا اسکو فعل قبیح سمجھتے وہ ابطال حکمت الٰہی کے درپے
ہیں اور چاہتے ہیں توالد و تناسل موقوف ہو کر دنیا آخر کو اٹھ جائے۔ یا مثلاً ایک
اناج کے ڈھیر کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ اچھا ہے یا بُرا۔ مذہب بھی اخلاق کا
انبار ہے اور رہبانیت بانگی۔ اسلام اور عیسائیت میں نکاح کرنے کا اچھا ذریعہ
ہے اچھا پھر ایسی ضروری اور عالم گیر قوۃ کس وجہ سے شرمناک قرار پائی اور
اس میں کیا برائی دیکھی کہ لوگ چار و ناچار اس سے کام بھی لیتے ہیں اور پاپ کی
کی طرح چھپاتے بھی ہیں۔ تو ذرا اس قوۃ کی تشریح کریں جس سے فہم مدعا
میں سہولت ہو پہلی بات یہ ہے کہ خلاق عالم نے یہ قوۃ تروا دہ مرد و زن
دونوں میں ودیعت کی ہے مرد میں بشکل قوۃ فاعلہ اور عورتوں میں بصورۃ منفعلہ
یعنے مرد و زن دونوں اس قوۃ سے متمتع ہونے کے حقدار ہیں آزادی تمتع
قوۃ میں پاس حق فریق ثانی کی ایک ضروری قید بڑھی اور اَلْإِنْسَانُ حَرِيصٌ
عَلَى مَا مُنِعَ کی رو سے فتنہ و فساد کی جڑ قایم ہوئی مشارکۃ ایسی بری چیز ہے
کہ خدا تک کو گوارا نہیں یعنے زن کے جھگڑے لوگوں میں ہوتے ہیں تحلیل
کرکے دیکھو مشارکۃ پر جاکر منتہی ہوں گے زید خالد کے گھر میں چوری کرتا ہے
اس کے یہی معنے ہیں کہ زید زبردستی خالد کے مال میں شریک بننا
چاہتا ہے خالد اسکو جائز نہیں رکھتا۔ زید نے خالد سے میعادی قرض

---

۱ اسلام میں رہبانیت یعنے ترک دنیا نہیں ہے۔

۲ پیغمبر صاحب نے فرمایا نکاح میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقہ سے منہ موڑتا وہ مجھ سے نہیں

۳ آدمی جس چیز سے روکا جاتا ہے اس کے کرنے پر زیادہ حریص ہوتا ہے ۱۲

لیا اور روقت پہ ادا نہ کیا خالد نے عدالت میں جا دعویٰ دائر کیا اس صورۃ میں زید خالد کے مال سے اس کے تمتع میں ناجائز طور پر شرکت کرنی چاہتا تھا جو وجہ مخاصمۃ قرار پائی اسی طرح مرد اور عورۃ کے معاملے میں خدا نے اس تمتع میں جو توالد تناسل کی قوۃ سے حاصل ہوتا ہے مرد اور عورۃ دونوں کو شریک یکدیگر ٹھیرا دیا ہے مرد عورت کو اس کے تمتع سے محروم کرنا چاہے یا عورت مرد کو متمتع نہ ہونے دے تو اس کا ضروری نتیجہ ہے بگاڑ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ دنیا میں کروڑوں مرد ہیں اور کروڑوں ہی عورتیں ہیں تو پہلی ضروری شرط اس قوت میں ساجھا کرنے کی رضائے فریقین یعنے ایجاب و قبول یعنے نکاح متعارف ہے۔ اب یہ ہماری زمین ہے کہ اس میں کروڑوں بیگہ جوتنے بونے کے قابل ہے اور کروڑوں ہی کاشتکار ہیں تو لوگوں نے زمین کو آپس میں بانٹ رکھا ہے زمینداروں نے گاؤں گاؤں کی حد بند کر رکھی ہے اور ان کے ذیل میں کاشتکاروں نے کھیت کی۔ اس باہمی تقسیم کی بدولت ملک آباد ہے نہ دنگا ہے نہ فساد ہے یہی مثال خدا نے قرآن میں عورتوں کو بھی دی ہے ارشاد ہوکہ حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم دنیا بھر کی عورتیں مردوں میں تقسیم ہیں کھیتوں کی جتائی ہو رہی ہے پندرھویں بیسویں برس مردم شماری کی جاتی ہے پیدا اور آبادی سوائی ڈیوڑھی بڑھتی جاتی ہو تمام جہان کے لوگ اس قاعدے کے تو پابند ہیں کہ جو عورت جس مرد کے نکاح میں ہے کوئی دوسرا اس میں ساجھا نہیں کر سکتا یعنے عورۃ ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ کی جورو نہیں ہو سکتی مگر مسلمانوں میں ایک مرد وقت

لہ تمہاری بیبیاں گویا تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔

واحد میں چار تک کر سکتا ہے بظاہر اس قاعدے میں مردوں کے ساتھ بے جا رعایت ہے اور معترض کہہ سکتا ہے کہ جب مرد اور عورت دونوں توالد تناسل کی قوۃ سے متمتع ہوتے ہیں یعنے قوۃ میں دونوں حصے دار ہیں تو کیوں مرد کو وقت واحد میں چار بیبیوں کے جمع کرنے کا اختیار دیا جائے اور عورت نزلہ بر عضو ضعیف ایک ہی ہو کر رہے۔ جن لوگوں کی نظر غائر نہیں ہے اس اعتراض کو سنکر بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ متمتع ہونے کے اعتبار سے مرد اور عورت دونوں توالد تناسل کی قوۃ میں سے فی الواقع ایک دوسرے کے شریک تو ہیں مگر برابر شریک نہیں مرد کا حصہ غالب ہے اور زیادہ حصہ دار ہے اور اسی لیے اس کے ساتھ بجا رعایۃ کی گئی ہے اور وہ اسکا حق ہے اور معاوضہ ہے اس کے حصہ زائد کا جس طرح کاشتکاروں کو تقاوی دیکر کاشتکاری کی ترغیب دی جاتی ہے تاکہ کوئی قابل زراعت زمین افتادہ نہ رہے اور جس قدر پیداوار کا زمین سے حاصل کرنا ممکن ہے حاصل کی جائے اسیطرح اس حکیم علی الاطلاق نے تمتع کو موجب ترغیب نکاح قرار دیا کاشتکاری سے مقصود اصلی پیداوار اراضی کا حاصل کرنا ہے نکاح سے اولاد کا۔ لوگوں نے کوتاہ نظری سے تمتع ہی کو نکاح کی غرض وغایتہ سمجھ لیا ہے تو یہ خود انکی غلط فہمی ہے جس طرح غذا سے مقصود تغذیہ جسم ہے اور ذائقہ بیش بریں نیست کہ ترغیب ہے۔ تمتع میں جو ہم نے مرد کو شریک غالب کہا اسکی وجہ یہ ہے کہ عورت کے پیچھے حمل اور ارضاع وغیرہ کے عوارض بھی لگے ہیں اور وہان وقتوں میں فطرۃ تمتع سے محروم رہتی ہے اور اسکو خود تمتع کی خواہش نہیں ہوتی ؛

برخلاف مرد کے کہ تولید تخم کی صلاحیت تک اس میں تمتع کی صلاحیت باقی رہتی ہے ساٹھا پاٹھا اور ان ہی عوارض کی وجہ سے جو اُن کو لازم ہیں عورتیں بہت جلد بوڑھی ہو جاتی ہیں وہی نساء کم حرث لکم کی مثال پیش نظر رکھو تو عورتوں کی تکثیر ازدواج کی مصلحت کو آسانی سے سمجھ لو گے کہ کاشتکار متعدد کھیتوں میں تخم ریزی کر کے پیداوار کو بڑھا سکتا ہے لیکن کھیت میں اوپر تلے تخم ریزی کی جائے تو عجب نہیں سب تخم ضائع جائیں کیونکہ کھیت ایک ہی تخم کی پرورش کر سکتا ہے جہاں جہاں ولادت کے رجسٹر ترتیب دیے جاتے ہیں ان سے یہ بات پائی گئی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی پیدائش میں قریب قریب سینتالیس ۴۷ اڑتالیس ۴۸ اور ترپن باون کی نسبت ہے۔ امریکہ اور فرانس میں ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اس قباحت کا انسداد صرف تکثیر ازدواج کے اسلامی قاعدے کے رواج ہو جانے سے ممکن ہے بہرکیف بقائے نسل کے لیے مناکحت کا ہونا ضرور ہے اور مردوں کے لیے تکثیر ازدواج بھی افزائش آبادی کی ایک تدبیر ہے لیکن تکثیر نا محدود بھی مناسب نہیں ہمیں بھی طرح طرح کے فسادات کا خوف ہے کم از کم کثرۂ عیال کا جس کا لازمی نتیجہ ہے افلاس اور سوکنوں کی ہر وقت کی دانتا کلکل کا۔ عورتیں کہا کرتی ہیں سوکن زہر کی چھری ایک بھی بُری۔ بہت سوکنیں ہونگی تو گھر کو ہم درین عالم است دوزخ او" بنادیں گی لیکن عام طور پر تکثیر ازدواج کی حد کا قرار دینا کچھ آسان کام نہیں مقنن کیسا ہی وسیع المعلومات پیش بین اور دوراندیش کیوں نہ ہو ازدواج کے معاملے میں اتنی شخصی اور مقامی باتوں کو دخل ہے کہ سب پر الحاظہ محال ہے یہ کام خدا ہی کے کرنے کا تھا اور اسی نے کیا کہ تکثیر ازدواج کو چار تک محدود کر دیا اور انسان کی مصلحتوں کو بھی وہی خوب جانتا ہے

ہم سے چار کی وجہ تخصیص پوچھو تو ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے
دیکھنے میں تو چار کے عدد میں نسل کے بڑھانے کے ساتھ عورتوں کے حق
کی رعایت بھی کما ینبغی ملحوظ ہے اور زناشوئی کے تعلق میں یہی دو باتیں خیال
کرنے کی تھیں مطلب ہے ذرا پیچیدہ لہذا ناظرین کے سمجھانے کے لیئے
ہم اسکو پھر صراحت سے بیان کرتے ہیں کہ دنیا کے حالات پر نظر کرنے
سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین جس طرح پر موالید ثلثہ جمادات. نباتات
حیوانات سے آباد ہے خدا کو منظور ہے کہ وقت موعود قیامت تک اسیطرح
آباد رہے قیامت کب آئیگی اور کیونکر آئے گی یہ مقام اس بحث کے
چھیڑنے کا نہیں ہے مگر کبھی نہ کبھی تو آئے گی یہ خدا کا وعدہ ہے اور اس کا
وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادُ۔ قیامت کا وقت
خدا نے کسی کو نہیں بتایا۔ اور کوئی اسکو جان نہیں سکتا اچھا پھر خدا زمین
کا اسی طرح موالید ثلثہ سے آباد رہنا بھی چاہتا ہے اور موالید ثلثہ میں سے کان
کی حالت میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ اور نباتات اور حیوانات میں
بڑا تغیر مرنیکا ہے۔ جسکو قیامت سے تعبیر کیا جاتا ہے تو خدا نے زمین
کے آباد رہنے کا یہ انتظام کیا کہ جو چیزیں فنا ہونے والی ہیں ان کو اپنا
جانشین پیدا کرنیکی استعداد عطا فرمائی درخت ہیں کہ بیج پیدا کرتے
ہیں اور بیج آخر کو ویسا ہی درخت بن جاتا ہے حیوانات نر و مادہ مل کر جانشین
پیدا کرتے ہیں ذکور و اناث دونوں قسم کے ایک دو نہیں کئی کئی اور یہی وجہ
ہے کہ دنیا کی مردم شماری برابر بڑھتی چلی جارہی ہے خدا نے اپنے علم
میں بنی آدم کا ایک مجموعہ قرار دے رکھا ہے جب کثرت تولید سے
مجموعہ مقدار مقرر سے بڑھتا ہے طاعون یا قحط سے گھٹا کر اسکو حد سے

اندر سے آستے ہیں غرض رنا شوئی سے تعلق سے دو غرضیں متعلق ہیں۔ تکثیر نسل اور مرد وزن دونوں کے تمتع کا پاس عورتوں کے تمتع کا پاس حقیقۃ ہیں مردوں کی تکثیر بے جا کی روک ہے اور اسی سبب سے ایجاب و قبول کو شرط نکاح قرار دیا گیا ہے ایجاب و قبول کے معنے ہیں فریقین کی رضامندی جو زن و شوہر بننے والے ہیں پہلی تو نہیں مگر دوسری منکوحہ تکثیر کو روک سکتی ہے کہ نکاح سے رضامند نہ ہو۔ پس ہر تعدد میں مابعد کی عورۃ مرد سے بڑھکر ملزم ہے کہ وہ نادانی سے اپنا حق تمتع چھوڑنے کے علاوہ اپنی بہن پہلی منکوحہ کے اتلاف حق کی باعث ہوئی بایں ہمہ مرد بھی الزام سے بری نہیں کیونکہ گو عورت کی رضامندی کو زور دینے کے لیئے ایجاب عورت کی طرف سے ہوتا ہے مگر نکاح کی تحریک برعکس موضوع ہمیشہ مرد کیطرف سے ہوتی ہے اسلامی شریعت نے جو مردوں کو وقت واحد میں چار بیبیوں کے جمع کرنے کی اجازت دی ہے ہم نے اس اجازت کی نسبت کہا کہ اس میں نسل کے بڑھانے کے ساتھ عورتوں کے حق کی رعایت بھی کماینبغی ملحوظ ہے یہ بات ہم نے اس سے اخذ کی ہے کہ ایک حمل کی حالت میں حمل اور ارضاع اور دوسرے عوارض ملاکر غالباً عورت کے چار برس ایسے گذرتے ہیں کہ اس عرصہ میں اس کو بالطبع توالد و تناسل کی قوۃ سے متمتع ہونے کی خواہش نہیں ہوتی اور صحیح رغبت کے بدون تمتع از روئے طب سخت مضر ہے۔ پس عورت کی اپنی اور دوسرے کی اولاد کی توانائی اور تندرستی اسی کی مقتضا ہے کہ وہ ان اوقات میں مرد کو مقاربۃ کا موقعہ نہ دے اور وہ بدون اس کے ہو نہیں سکتا کہ مرد کے پاس متعدد عورتیں ہوں۔ لیکن عورتیں اس امر کو تو سمجھتی نہیں۔ ناحق تعدد ازدواج کی اجازت کو جو اسلامی شریعت نے

مردوں کو دی ہے آپ نے حق میں ظلم اور بے انصافی خیال کرتی ہیں نسل آدم کا بڑھانا ایک اعتبار سے حق اللہ ہی۔ اس لیئے کہ دنیا کے حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا بھی چاہتا ہے کہ آدم کی اولاد بھولے پھلے جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ تعدد ازواج سے تکثیر نسل کا ایک مطلب حاصل ہوتا ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عورتوں کی توانائی اور تندرستی کے لحاظ سے چار تک ان کا حق تمتع بھی محفوظ ہے مگر چونکہ دونکاہر پہلو سے اعتدال سے قائم رہنا عادۃً محال ہے ازدیاد نسل کے ایک مطلب کے حصول سے نان و نفقہ اور مہر اور حسن معاشرت کے چند در چند ضروری مطالب فوت ہوتے ہیں جن کا فوت ہونا امن و عافیت میں خلل انداز ہے لہذا شارع نے اپنی کمال دانشمندی سے مردوں کو تکثیر ازدواج کی اجازت بھی دی تو مضائقے کے ساتھ اور یہ مضائقہ صرف عورتوں کے پاس خاطر سے ورنہ تکثیر نسل کی ضرورت تو ہر زمانے میں اور ہر جگہ تھی اور رہے گی نا مگر ملک عرب تو نزول قرآن کے وقت تکثیر نسل کا زیادہ نہ محتاج تھا۔ برسات وہاں نہیں ہوتی۔ طائف اور مدینہ اور یمن چھوڑ کر کھیتی باڑی کا نام و نشان نہیں۔ عرب کی آبادی کی ابتدا ابراہیم سے ہوئی وہ فرماتے تھے ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم کہتے ہیں اور یہ کہنا محض بہتان اور اتہام ہے کہ مردوں کو تکثیر ازدواج کی اجازت کر اسلام نے عورتوں کے تمام حقوق پامال کر دیئے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی خانہ داریاں بے اطمینانی اور بدگمانی کا مسکن بن گئیں مسلمان زن و شوہر میں کہیں ویسا تعلق نہیں پایا جاتا جیسا نا مسلموں میں اور ہمارا یہ کہنا ہے کہ عورت تو کچھ چیز ہی نہ تھی اسلام نے

اسکو جہیز بنایا اور جہیز بہی قدر قیمتہ کی چیز ہم کو اس بارے میں دوسرے مذاہب سے بحث کرنی منظور نہیں۔ ہم تو صرف اتنی بات دکھانی چاہتے ہیں کہ اسلام کا نشوونما عرب سے ہوا۔ وہ لوگ اسلام سے پہلے عورتوں کے ساتہہ کیسا سلوک کرتے تھے۔

مختصراً انکا سلوک اس قسم کا تہا اگر اسلام عورتوں کی حمایت کو نہ کھڑا ہوتا تو شاید بہتیرے مرد عمر بھر عورتوں کو ترسا کرتے بالطبع ظالم بے رحم سنگدل بے مروۃ اور دو چار دس بیس نہیں۔ قوم کی قوم اوسپر جہوٹی غیرۃ۔ شرافت کی شیخی میں ناک چوٹی گرفتار وہ کسیکا سالا سسرا کہلانے کو گالی سمجھتے اور اس عار سے بچنے کے لیئے بیٹی ذات کو جینے ہی نہیں دیتے تھے قرآن کی یہہ آیۃ وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ اس کی تصدیق کو بس کرتی ہے یہی حال ہمارے ملک میں ہندو اور راجپوتوں کا تھا عورتوں کی حفاظت یا تو اسلام نے کی یا سرکار انگریزی نے کی کہ ستی اور دختر کشی کی ظالمانہ رسم کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا غالب ہے کہ ستی اور دختر کشی کا انسداد کلی ہوگیا ہے یہ اسی جہوٹی جاہلانہ غیرت کا اثر ہے کہ مسلمان بہی سالے سسرے حتی داماد کے نام سے چڑتے ہیں اور ان الفاظ کے استعمال کو خلاف تہذیب سمجھتے ہیں سالے کو کہتے ہیں بہتی بھائی یا خسرپورہ سسر کو خسر۔ ساس کو خوشدامن داماد کو خویش۔ مذہب اور حاکم وقت اگر منصف اور رعایا پرور ہے جرائم کے روکنے کی کوشش تو دونوں کرتے ہیں مگر مذہب کی کوشش کا اثر حاکم وقت کی کوشش کے مقابلے میں قوی تر ہوتا ہے کیونکہ افعال کو

۱؎ اور جسوقت لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی تہی پوچھا جائے کہ کس قصور کے بدلے ہیں ماری گئی۔"

درخت سمجھو تو اس کی جڑ دل سے پیدا ہوتی ہے یعنی آدمی پہلے دل میں ایک
کام کرنا ٹھان لیتا ہے پھر اسکو کر گذرتا ہے چونکہ حاکم وقت کی حکومت
دلونپر نہیں ہے لوگوں کے ارادے اس کے بس کے نہیں ہیں پس وہ
صرف افعال کو روک سکتا ہے وہ بھی اکثر بعد الوقوع کہ مجرم کی سزا کے
ڈر سے دوسروں کو عبرت ہو اور ارادۂ بد سے باز رہیں مگر مذہب قیامت
اور آخرۃ کی باز پرس کا یقین دلا کر شروع سے دلوں کی اصلاح
کر چلتا ہے پس جن دلونپر مذہب نے قابو پالیا ہے وہ ارادہ بد کر ہی نہیں
سکتے پھر اس کے عمل میں لانے کی نوبت آئے خدا نے عورت کو مرد
کے مقابلے میں کمزور ضعیف اور مغلوب پیدا کیا ہے لیکن باینہمہ وہ ایک
دوسرے کے محتاج ہیں کہ دوسرے کی شرکت کے بدون عافیت سے
ساتھ زندگی کر نہیں سکتے بقائے نسل کے لیئے دونوں کی شرکت کی
ضرورت تو صاف ثابت ہے کہ اکیلا مرد یا اکیلی عورت دونوں میں سے ایک
بھی اولاد پیدا نہیں کر سکتا دنیا کے کون و فساد کو دیکھ کر فلسفیوں نے
دی فٹسٹ ٹو لو کا کلیہ مستنبط کیا جس کے یہ معنے ہیں کہ دنیا میں زبردست
مخلوق کمزور مخلوق کو معدوم کرتی جا رہی ہے. پس باہمی احتیاج صنف
نسواں بقا کی ضامن اور محافظ نہ ہوتی تو عورتوں کا پیدا ہونا کبھی کا موقوف
ہو گیا ہوتا اس پر بھی صنف ذکور اور صنف نسواں میں شروع سے ایک
طرح کی کشمکش قائم ہے لیکن قدرتی کمزوریوں کی وجہ سے عورتوں کا پلہ
ہمیشہ مردوں کے مقابلے میں ہلکا رہا ہے اور مقتضائے فطرۃ بھی یہی ہے
کہ تیل اور پانی ایک بوتل میں بھرے جائیں تو تیل اوپر رہے عورت پانی کی
جگہ ہے اور مرد تیل کی جگہ مرد عورت یعنے میاں بیوی میں جو نسبت ہونی چاہیے

قرآن میں صاف لفظوں میں بتا دی ہے ایک جگہ فرمایا[۱] الرِّجَالُ قَوَّامُونَ
عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ
فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ مردوں کی خداداد توانائی کی طرف اشارہ ہے
اور یہ مردوں کی برتری ایک وجہ ہے دوسری وجہ بما انفقوا من اموالہم ہے
دوسری جگہ فرمایا[۲] وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ
دَرَجَةٌ نیچر یعنے فطرت کے قاعدے ایسے ابدی اور مستمر ہیں کہ ان کا
نقص بھی نہیں ہو سکتا[۳] لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا
مرد عورت اگر خدا کی باندھی ہوئی فطری حد میں رہیں تو مرد عورت کا تعلق اس
قسم کا ہے کہ دنیا دونوں کے حق میں بہشت ہو جائے لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا
لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا مگر حضرت آدم کی اولاد کیا مرد کیا عورت ایسا تیکھا مزاج لیکر آئی
ہے کہ نہ دھرا جائے اور نہ اٹھایا جائے ہزاروں برس سے دنیا ایک وضع
خاص پر چلی جاری تھی بیٹھے بٹھلائے اہل یورپ نے ایک شگوفہ اٹھا کھڑا
کیا کہ آدم زاد ہونے میں مرد و عورت دونوں برابر مردوں نے عورتوں کے
حقوق غصب کر کے کاروبار سلطنت سارا اپنی مٹھی میں کر رکھا ہے جو اسے
طبل بلند بانگ در آخر ہیچ۔ تمام غل غپاڑے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عورتیں تار گھر اور ڈاک
خانے میں نوکر رکھی گئیں کچھ شفاخانوں میں بیمار داری اور دایہ گری کچھ مدرسے

---

[۱] مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں اس کے دو سبب ایک یہ کہ تم دیکھتے ہیں) اللہ نے
بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر (دلی مضبوطی اور جسمانی توانائی میں) برتری دی ہے اور دوسرا
سبب یہ کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے [۲] اور جیسے (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے
ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق (مردوں) پر ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے [۳] (اے پیغمبر)
تم خدا کے قاعدے کو ہرگز بدلتا ہوا نہ پاؤ گے اور نہ خدا کے قاعدے کو ہرگز ٹلتا ہوا پاؤ گے۔

درجے کے سکولوں میں معلمی کی خدمتوں پر مامور ہیں۔ مگر عورتیں تو مقنن اور سپالار بننے کے فکر میں ہیں کوئی ان کو ایاز قدر خود بشناس۔ اور رہبریکے راہبر کا سے سا قتند کا سبق نہیں پڑھاتا کہ چپ مار کر گھر کے کام کاج میں دل لگائیں جو ان کے لئے زیبا ہے اور جس کے لیئے خدا نے ان کو پیدا کیا ہے صرف ایک اسلامی شریعت ہے جو اس بات کا دعوے کر سکتی ہے کہ اس نے زن و شوہر کے تعلق کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل مطابق فطرۃ ہے اور اس میں دونوں کے حقوق کی واجبی رعایت ہے لیکن مولوی روم نے ٹھیک فرمایا ہے سہ

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد ہزاراں پردہ سوئے دیدہ شد

حق تو یہ ہے کہ عملاً اسلامی فیصلے سے کوئی فریق بھی دل سے راضی نہیں نہ عورتیں نہ مرد فیصلہ قرآن کی دو آیتیں ہیں جو ترجمے سمیت ذیل میں لکھی جاتی ہیں وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ اوما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا (النساء) ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ (سورۂ نساء ۱۹)

اور اگر تم کو اسبات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو لیکن اگر تم کو اسبات کا اندیشہ ہو کہ بیبیوں میں یا یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرنے کی صورۃ یہ تھی کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں

بما بری کے ساتھ برتاؤ نہ کروگے تو اس صورت میں ایک ہی بی بی کرنا یا جو لونڈی تمہارے قبضے میں ہو اسی پر قناعت کرو ۔ف۲ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے ۔ اور تم اپنی طرف سے بہتیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکیگا کہ کئی کئی بیبیوں میں پوری پوری برابری کر سکو تو بالکل ایک ہی طرف مت جھک پڑو کہ دوسری کو اس طرح چھوڑ بیٹھو گویا ادھر میں لٹک رہی ہے۔

ہم نے دونوں آیتوں کو ملا کر یہ مطلب سمجھا ہے کہ مسلمان مرد کو وقت واحد میں چار بیبیوں تک کے جمع کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ متعدد بیبیوں میں برابری قایم رکھ سکے ورنہ ایک پر قناعت کرے یا لونڈیوں پر۔ برابری میں ایک طرح کا ابہام تھا تو اس کو آیتہ ۲ سے صاف کر دیا کہ پوری برابری تو تم نہ کر سکوگے تو ایسا بھی نہ کرنا کہ بالکل ایک ہی کے ہو رہو یعنی وہ برابری جس پر تکثیر ازواج کی اجازۃ موقوف ہی اسیقدر ہے کہ آدمی ایک ہی بی بی کا نہ ہو رہے کہ دوسری کی بالکل خبر تک نہ لے آیۃ ۱ سے تکثیر

(بقیہ نوٹ) ہوتی اور وہ اس کے مال و جمال کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کر لیتا لیکن نکاح کے بعد اس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پروا نہیں کرتا اس سبب سے کہ بیچاری کا کوئی دعوی دار نہ تھا ٹھوک بجا کر اس کے حقوق لیتا اللہ نے فرمایا کہ جب تم انصاف نہیں کر سکتے تو تم ان سے نکاح ہی مت کرو کسی اور عورت سے کرو ۔ عورتوں کا دنیا میں کال نہیں۔

ف۲ شرع کی رو سے صرف وہ کافر لونڈی غلام ہیں جو جہاد یعنی مذہبی لڑائی میں پکڑے ہیں پھر گرفتار ہوئے پیچھے مال منقولہ کی طرح ان کی خرید و فروخت بھی ہوتی رہتی ہے اب اس شکر سے اس سرے تک سارے ہندوستان میں لونڈی غلام نہیں اور حاکم وقت کی طرف سے بھی اس کی بڑی سخت ممانعت ہے اور یہ جو لونڈ تجارتیں پنجاب میں لیتے

ازدواج پر برابری کی بڑی سخت قید لگادی تھی اور اس کے ظاہر سے ایسا سمجھا
جاتا تھا کہ کامل برابری مراد ہے کہ وہ مرادف ممانعت ہے آیۃ (۲) نے اسکو
قید سے ڈھیلا کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ تکثیر ازدواج مقدور بشر ہے آیۃ
(۲) سے تکثیر ازدواج کا رستہ تو کھلا مگر کہیں اس کی صراحۃ نہیں کہ مردوں کو
تکثیر ازدواج کی کشمکش میں پڑنے کی ضرورۃ ہی کیا ہے مگر جنکو خدا نے ذہن
رسا دیا ہے وہ لنا ؤکم حرث لکم سے ضرورۃ مستنبط کر سکتے ہیں اور ہم اس
کی تصریح اوپر کر بھی چکے ہیں کہ عورت تکثیر ازدواج کی محل ہی نہیں مرد ہے
تو مرد تکثیر کا حقدار ٹھیرا۔ عورۃ کا محل نہ ہونا اور مرد کا ہونا ہی مرد عورت میں فساد
کا موجب ہے عورتیں چاہتی ہیں کہ مرد تکثیر سے مطلقاً مستفید نہوں مرد تکثیر
نامحدود کے دعوے دار ہیں اسلام نے مردوں کو تکثیر محدود کی ڈگری دی۔
اہل عرب اسلام سے پہلے تکثیر نامحدود ہی پر عمل کرتے تھے اسلام نے
تکثیر کو محدود کر کے عورتوں پر احسان کیا اسپر بھی عورتیں اسلام کے فیصلے
سے خوش نہیں ان کی ناخوشی کی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ معقول سبب ہے کہ مرد
کئی بیبیوں میں سے کسی ایک کے حسن صورۃ یا کسی اور ادا کے مفتوں ہو کر اسی
کے ہو رہتے ہیں۔ یعنے آیۃ (۲) کا ممکن عدل کا کرنا بھی ان سے ناممکن ہو جاتا
ہے اذا فات الشرط فات المشروط کی رو سے مردونکو تکثیر کی اجازت سے
مستفید ہونے کا کوئی حق نہیں۔ بات تو واجبی ہے مگر خبیثات للخبیثین والطیبٰت للطیبین
تکثیر ازدواج کا شوق مفرط اور عیش پرستی مرد کیا باز آنیوالے تھے خصوصاً
عرب کے جاہل جو کسی قدر عدد کے پابند نہ تھے ہمارے نزدیک ازدواج کو

(بقیہ نوٹ) ہیں یا دوسرے خدمت پیشہ یہ ہم سب کی طرح آزاد ہیں ان کے ساتھ لونڈی
غلام کا سا برتاؤ کرنا گناہ ہے خدا کا اور جرم حاکم کا ۱۲۔

تین چیزوں نے بڑھنے نہ دیا- اول درجے میں خوف کشتی خیال نے دوسرے درجے میں اسلامی شریعت کی تحدید نے- تیسرے درجے میں اسلامی فتوحات نے کہ اسیران جنگ میں عورتیں پکڑ آتی تھیں پھر عام دستور بین الاقوام کے مطابق چاہیئے ان سے لونڈیوں کی طرح کار د یا ر یا بیوی بنا کر رکھو مگر ان سے اولاد ہوگی لونڈی بچے کہلائیں گے شریفوں کی نظر میں ذلیل آیتہ (۱) (۲) کا فیصلہ فیصلہ نہیں بلکہ حکم یعنی ڈگری ہے ہمارے وقتوں کے عدالت کا یہ قاعدہ ہے کہ حاکم عدالت کسی مقدمے کی تجویز لکھتا ہے تو اس میں مدعی مدعا علیہ کا نام دعوے کی صراحت مدعا علیہ کا جواب پھر مدعی کیطرف کا جواب الجواب پھر فریقین کا ثبوت اور جرم اور فیصلے کے دلائل یہ سب باتیں تفصیل کے ساتھ لکھنی ہوتی ہیں اسکو فیصلہ یا تجویز کہتے ہیں اور فیصلے کے نتیجے کو حکم اخیر یا ڈگری کہتے ہیں اسی اعتبار سے ہم نے آیتہ (۱) و (۲) کو حکم اخیر کہا- حکام عدالت جو لمبے چوڑے مدلل ومفصل فیصلے لکھتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انکی عقل اور معدلت پر اعتماد نہیں مگر خدا کی نسبت تو ایسا احتمال تو کیا واہمہ بھی نہیں ہوسکتا اسی لیے اگلے مسلمان جو حکم ان کو دیا جاتا وہ بے چون وچرا اسکو کان دبا کر تسلیم کر لیتے تھے- جیسے ابوبکرؓ کہ پیغمبر صاحب نے معراج کا حال بیان کیا ابوبکرؓ نے سنتے کے ساتھ یقین کر لیا اور پیغمبر صاحب کی تصدیق کی اور اسی سے صدیق کہلائے لوگوں نے دلیل مانگی تو کہا کہ پیغمبر صاحب کا فرمانا- اب نہ ویسے ایمان ہیں نہ ویسی طبیعتیں لوگ مونہہ سے تو ایمان و اسلام کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں مگر انکو بے دلیل پوری تشفی نہیں ہوتی- یعنی اونکو اپنی عقل پر جس کی حقیقت معلوم ہے وثوق ہے خدا رسول کے فرمانے پر نہیں سچ ہے کہ ہم عقل ہی کیوجہ سے مکلف بالشرائع ہیں اور قرآن میں جا بجا افلا تتفکرون

اور افلا تعقلون اور افلا تتفکرون سے ہم کو خطاب بھی کیا گیا ہے یہ سب کچھ مگر اس کے ساتھ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا بھی ہے پس سلیم الطبع آدمی کو چاہیے کہ سوچ سمجھ کر عقل کو دخل دے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن　　　　کہ جاہا سپر باید انداختن

سوچنے اور غور کرنے سے قدم قدم پر وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کی تصدیق ہوتی ہے دور کیوں جاؤ روح سب سے زیادہ قریب چیز ہے مگر آجتک کسی سے یہ عقدہ حل نہ ہوا کہ کیا ہے اور جسم سے کس طرح کا تعلق رکھتی ہے لوگوں نے امتحاناً پیغمبر صاحب سے روح کی حقیقت دریافت کی جواب ملا۔ الروح من امر ربی جس کے یہی معنے ہیں کہ یہ باتیں تم بنی آدم کی رسائی عقل کی حد سے باہر ہیں اسیطرح ہم نے تکثیر ازدواج کے بارے میں تبیسرا سوچا کہ شارع نے تکثیر صد غایت چار کیوں رکھی ہے مگر یہی خیال ہوا کہ شاید چار سے تحدید مقصود نہ ہو بلکہ مطلق تکثیر مقصود ہو اور طرز کلام دو دو تین تین چار چار اسپر دلالت بھی کرتا ہے علاوہ بریں ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری زبانوں میں ایک بڑا عدد بولا جاتا ہے اور وہ خاص عدد مراد نہیں ہوتا بلکہ کثرۃ مراد ہوتی ہے ؎

ذبح کر ڈالونگا گر اب کے تو بولا شب وصل　　　　میںنے سو بار تجھے مرغ سحر چھوڑ دیا

؎ ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست ؎

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی　　　　ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

اسی طرح کا ایک واقعہ اعداد کے متعلق پیغمبر صاحب کو بھی پیش آیا تھا۔ کہ جناب پیغمبر صاحب نے چالیس برس کی عمر میں پیغمبری سے سرفراز ہو کر

اپنے وطن مکے میں جہاں سارے جزیرہ عرب کا معبد ابراہیم کا بنایا ہوا
خانہ کعبہ تھا دین اسلام کی منادی شروع کی۔ خانہ کعبہ کے متوتی اور مجاور قبیلۂ
قریش کے لوگ تھے اور یہ قبیلے کا قبیلہ خانہ کعبہ کی خدمت تولیت کی وجہ سے
معزز ترین قبایل سمجھا جاتا تھا۔ پیغمبر صاحب قبیلۂ قریش کے معزز ترین
خاندان میں پیدا ہوئے ہرچند قریش کا ادب خانہ کعبہ کی وجہ سے تھا
اور خانہ کعبہ کا ادب بنائے ابراہیم ہونے کی وجہ سے اور ابراہیم
بڑے پکے موحد تھے یہانتک کہ انکو عقیدہ حقہ توحید کا موجد کہا جائے
تو کچھ بیجا نہیں اور موجد نہ سہی تو مروج اور مجدد ہونے میں تو کچھ شک نہیں کیف ما کان
باوجودے کہ اہل عرب نسل ابراہیم اور فی زعمہم ابراہیم کے مذہب پر
قایم ہی تھے مگر مرور زمانہ کیوجہ سے توحید کو چھوڑ کر مشرک اور بت پرست
ہوگئے تھے خدا نے پیغمبر صاحب کو اسی ابراہیمی عقیدہ توحید کو از سر نو زندہ
کرنے کی غرض سے پیغمبر بنا کر بھیجا توحید کی منادی کرنا تھا کہ سارا عرب
کنفس واحدۃ دشمنی پر کمر بستہ ہوگیا زبان سے ہاتھ پاؤں سے جو تکلیفیں
نہیں پہنچائی تھیں پہنچائیں جو ایذائیں نہیں دی تھیں دیں پیغمبر صاحب کامل
۱۳۔ برس فوق البشریۃ صبر و تحمل کے ساتھ تمام مظالم برداشت کرتے
اِس ۱۳۔ برس کی مدت میں جو کچھ تھوڑی مدت نہیں لوگ دستور کے
مطابق اطراف و جوانب سے سال درسال بت خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے
اور اپنے طور کی پوجا پاٹ کر کے چلے جاتے اور سمجھتے کہ حج کر آئے
ادھر پیغمبر صاحب تبلیغ رسالت کے لیے ایسے ہی جگھٹوں کے متلاشی
تھے جہاں ہجوم دیکھا جا منادی کی اتفاقاً رسالت کے گیارہویں برس
مدینے کے قافلے والوں سے بات چیت کا موقع پا کر ان کو قائل معقول کیا

دعویٰ رسالت کی خبر تمام ملک میں پھیل چکی تھی قافلے والوں میں کچھ لوگ منصف مزاج اور معقول پسند بھی تھے سننے کے ساتھ تھوڑی دیر بعد پہلے ہی وعظ میں چھ آدمی ایمان لے آئے اور مدینے جاکر دوسروں سے سارا حال بیان کیا اور بہتیروں کو اپنا ہمخیال بنالیا رسالت کے تیرہویں برس ایک جم غفیر پیغمبر صاحب کی باتیں سننے کے شوق میں حج کے دنوں میں مکے پہونچا اور تاکہ مکے والوں کو خبر نہ ہو شہر کے باہر قافلے سے الگ ایک جگہ تجویز کی کہ وہاں پیغمبر صاحب وعظ فرمائیں اِس جلسے میں ۷۳ مرد اور ۲ عورتوں نے پیغمبر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کے علاوہ جب ان کو قریش کے مظالم کی خبر ہوئی تو انہوں نے پیغمبر صاحب سے التجا کی کہ اگر جناب کسی طرح ناخدا ترس دشمنوں کے نرغے سے نکل کر مدینے تشریف لے آئیں تو ہم اپنی جان و مال و عیال کی طرح آپ کی حمایت اور حفاظت کریں گے یہ قول و قرار ہو کر قافلہ مدینے کو روانہ ہوا قریش کو ان باتوں کی خبر لگی مگر بہ دیر جب قافلہ ان کی دست رس سے باہر نکل جاچکا تھا مدینے والوں کی بیعت قریش کے حق میں ع سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا لگے پیغمبر صاحب اور ان کے اقل قلیل ضعفا راتباع پر اضعافاً مضاعفہ سختیاں کرنے آخر یہ ٹھیرائی کہ یہ شخص ہمارے دین آبائی کے بُرا پیچھے پڑا ہے تخویف تطمیع سب کچھ تو کر دیکھا کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی آخر الدوا رالکی بس اب یا یہ نہیں یا ہم نہیں آؤ آج رات اس کے گھر کو گھیرے پڑے رہیں صبح سویرے نماز کو باہر آئے تو ایک دم سے سب ٹوٹ پڑیں اور اس کا کام تمام کردیں دینا آئے گی چندہ کر کے بھر دیں گے جو سوچا وہ کیا مگر ؎

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال　　کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

لوگ رات بھر گھر گھیرے پڑے رہے اور پیغمبر صاحب راتوں رات پچھواڑے
سے نکل اپنے رازدار ابوبکر کو ساتھ لے مکے سے تین میل کے فاصلے پر
غار ثور میں جا چھپے آس پاس سارے کونے کھدرے کھوند مارے کہیں
پتہ نہ ملا پیغمبر صاحب تین دن چھپے رہ کر اوپری راستے سے بالا بالا
مدینے جا داخل ہوئے یہ داخلہ ہجرت کہلایا جس کی یادگار میں مسلمانوں
ہجری سنہ چلا مدینے میں ہجرۃ سے پہلے ہی اسلام نے بہتیرے
دلوں میں جگہ کر لی تھی پیغمبر صاحب کے تشریف لانے سے لوگ ایسے
گرنے شروع ہوئے جیسے شمع پر پروانے لیکن باغ میں گل کے ساتھ
کانٹے ضرور ہوتے ہیں مکے میں قریش تھے تو یہاں مدینہ میں یہود کہ یہ
لوگ مدینہ اور حوالی مدینہ میں کثرت سے آباد تھے اور ہر طرح کا اقتدار
رکھتے تھے موسے کی امت اور تورات کی پیشین گوئی کی رو سے پیغمبر
آخرالزماں کے منتظر بھی تھے مگر پیغمبر موعود کو از خود نسل اسحق سمجھ
رکھا تھا اور نہیں چاہتے تھے کہ شرف نبوت ان کی قوم سے کسی دوسرے
کی طرف منتقل ہو۔ چونکہ پیغمبر صاحب اسحق کے بڑے بھائی اسمٰعیل کی
نسل میں سے تھے یہود نے اپنی ادعائی خصوصیت کی بنیاد پر پیغمبر صاحب
سے خدا واسطہ کا بیر باندھ لیا تھا۔ لگے تورات کی پیشین گوئیوں میں
طرح طرح کی تحریفیں کرنے غرض مدینے کے یہود پیغمبر صاحب کی
مخالفت میں قریش مکہ سے بھی چند قدم آگے تھے یہود کے علاوہ
خود مدینے کے اصلی باشندوں میں سے بھی ایک گروہ پیغمبر صاحب کے
روز افزوں اقتدار کا حسد رکھتا تھا۔

یہ لوگ در پردہ یہودیوں سے میل جول رکھتے تھے مگر مسلمانوں سے
مقابلے میں تھے مغلوب اور اسی لیے ظاہر میں مسلمان بنتے تھے غرض
یہ لوگ ایسا جوا کھیلتے تھے کہ طاق اور جفت دونوں داؤں اپنے۔ قرآن
میں منافقوں کو جابجا سرزنش کی گئی ہے منافقوں سے یہی لوگ مراد
ہیں ان کا رئیس تھا ایک شخص عبداللہ بن اُبی بن سلول مدینے کے
رہنے والوں میں اوس اور خزرج دو برابر کی ٹکر کے بڑے زبردست
قبیلے تھے ان میں پشت ہا پشت سے خانہ جنگیاں چلی آتی تہیں عبداللہ
حقیقت میں قبیلہ خزرج کا بڑا باوقعت سردار تھا پیغمبر صاحب کی ہجرۃ سے
ذرا پہلے لوگ اسکو بادشاہ بنانے کی طیاریاں کر رہے تاج شاہی تک
بنوا لیا تہا پیغمبر صاحب کی تشریف آوری سے منصوبے ناتمام رہ گئے
تو عبداللہ کو پیغمبر صاحب کا جتنا حسد ہو تہوڑا۔ پیغمبر صاحب کے آئے پیچھے
برسوں اسلام مدینے میں کھچڑی رہا۔ عبداللہ منافق اسلام کی بیخ کنی
کے درپے پیغمبر صاحب کو دیکھکر اندر ہی اندر اس کا خون کہو لنے لگتا تہا
اسی کا بیٹا حباب ظاہر و باطن راسخ العقیدت مسلمان جہاں پیغمبر صاحب کا
پسینہ گرے اپنا خون گرانے کو موجود پیغمبر صاحب کو اس عبداللہ
سے بھی مار کی طرح بڑی سخت تکلیفیں پہونچیں۔ ازانجملہ یکے از ہزار مشتے نمونہ
از خروارے یہ کہ ہجرۃ کے دوسرے برس مسلمانوں سے اور قریش سے بدر کی
لڑائی ہوئی اس لڑائی میں باوجودیکہ لشکر قریش کے مقابلے میں
مسلمانوں کی کچھ بھی حقیقت نہ تہی قریش کو شکست فاش ہوئی۔ چوٹی کے
سردار مارے گئے بقیۃ السیف گرفتار۔ مگر بہاگتے بہاگتے بہی قریش دھمکی
دیتے گئے کہ اگلے برس اس اتفاقی شکست کا بدلہ لیں تو سہی چنانچہ

اگلے برس لشکر جرار سے مدینے کو آگھیرا چارو ناچار لڑنا پڑا پیغمبر صاحب کا قاعدہ تہا کہ جو بات کرتے تھے سب کی صلاح سے پیغمبر صاحب کی اپنی رائے تو یہ تہی کہ مدینے کے باہر چل کر لڑیں۔ لوگوں سے مشورہ لیا تو منافقوں نے بڑی سختی کے ساتہ اختلاف کیا کہ نہیں شہر کے اندر مکانات کی آڑ پکڑ کر لڑنا مناسب ہے لڑائی تو آخر کار پیغمبر صاحب کی رائے کے مطابق مدینے کے باہر دو ڈہائی کوس کے فاصلے پر کوہ احد کے پاس ہوئی مگر منافقوں کے اختلاف کیوجہ سے بہتیرے لوگ مدینے سے نکلے ہی نہیں اور جو بادل ناخواستہ دکہلاوے کو نکلے بہی تھے اونکو بہی عبداللہ بہکا کر بے لڑے لوٹا لایا بعض نے اسکو بہتیرا پس و پیش سمجھایا کہ اس طرح کی صریح مخالفت سے مسلمان ہمیں مدینے میں نہیں رہنے دینگے تو کہتا کیا ہے۔ لَئِن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل (سورۃ منافقون ع ۱) منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹکر گئے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا ہی۔

اِس نے اپنے تئیں اعز سے تعبیر کیا اور پیغمبر صاحب کو نعوذ باللہ اذل سے۔ بیٹا یہ سنکر اپنے آپے سے باہر ہو گیا اور پیغمبر صاحب اگر اُس کو نہ روک لیتے تو اس نے باپ کو قتل ہی کر دیا ہوتا اِس ایک واقعہ میں کتنی ہی باتیں مضمر ہیں۔ عبداللہ کی حد درجے کی گستاخی۔ بیٹے کی عقیدت پیغمبر صاحب کا حلم۔ مبالآخر وہ وقت آیا جو سب کو آنا ہے عبداللہ مرنے لگا اس کو حب جاہ نے تباہ کیا اب آخری وقت میں اسکو جہاں کی طرف سے بالکل ناامیدی ہوئی تو اس نے الغریق یتشبث بالحشیش کہنی کے

۱؎ ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا پکڑا کرتا ہے ۱۲

لیے تبرک کا پیغمبر صاحب کا کرتہ منگوا بھیجا پیغمبر صاحب نے اس کے
بیٹے کی دلداری سمجھو تو یا گروہ منافقین کی تالیف و استمالت سمجھو تو یا عبد اللہ
کے ظاہری اسلام کا لحاظ سمجھو تو بے تامل اوتار اپنا کرتہ بھجوا دیا عمر رض کے
منع کرتے کرتے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ شریک دفن ہوئے
اور دیر تک قبر پر کھڑے ہوئے اس کے حق میں دعا کرتے رہے
دشمن کے ساتھ اس کے مرے پیچھے اتنی عنایت کا اظہار پاک نفس پیغمبر
کے سوائے کس سے ہو سکے بات کے سلسلے میں عمر رض کے روکنے
کا ذکر آگیا تو ان کے منع کرنے کی وجہ بھی اسلام کی خیر خواہی تھی کہ یہی
منافق اسلام کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکاتے رہتے تھے اور عمر رض
شدید الباس اور مزاج کے کسیقدر سخت بھی تھے نظر بہ حالات ملکی اس
وقت کے اسلام کو پیغمبر صاحب کی نرمی اور انکی سختی دونوں کی یکساں
ضرورت تھی جیسے کہتے ہیں کہ اسکو وقت پہ پانی چاہیئے اور وقت پر تابش
آفتاب ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است   چو رگزن کہ جراح و مرہم نہ است

یہ عمری ہیبت ہی تو تھی جس کی وجہ سے پیغمبر صاحب ابتدائے اسلام
میں خدا سے دعائیں مانگا کرتے کہ اللّٰھم اعز الاسلام بابی جہل
بن ھشام۔ او بعمر بن الخطاب۔ یہ عمری ہیبت ہی تو تھی کہ عمر رض کے اسلام
سے پہلے مسلمان تھوڑے ہی سہی مگر کسی کی جرأت نہ تھی کہ ادائے نماز
کے لیئے خانہ خدا کی طرف رخ کر سکے ہاں عمر رض اسلام لائے تو سب
کو دندناتے ہوئے ساتھ لیکر کعبے گئے چھت پر چڑھکر اذان دی نماز پڑی

سلہ خداوندا ہشام کے بیٹے ابوجہل یا خطاب کے بیٹے عمر سے اسلام کو غلبہ عنایت کر ۱۲

قریش خانہ کعبہ کے گرد بیٹھے دیکھا کئے کسی نے چوں نہ کی۔

یہ عمری ہیبت ہی تو تھی کہ پیغمبر صاحب کے مدینے گئے پیچھے باقی ماندہ مسلمانوں پر قریش کیطرف سے بڑی سختیاں ہونے لگیں رہتے ہیں تو ستائے جاتے ہیں جاتے ہیں تو جانے نہیں پاتے نہ پائے رفتن نہ روئے ماندن۔ تو بیچارے چوری چھپے رات نکل بھاگتے اور کسی طرح گرتے پڑتے مدینے جا پہنچے عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو دن دہاڑے ساز وسامان سفر درست کرکے ہتھیار لگائے اور پکار پکار کہتے ہوئے چلے کہ جسکو اپنی بیوی کو رانڈ اور اپنے بچوں کو یتیم کرنا منظور ہو وہ شہر کے باہر ملے۔ اور بھلے روکے یہاں سب کو سانپ سونگھ گیا تھا ایک سے نہ ہو سکا کہ جاتے کو پکڑتے یہ عمری ہیبت ہی تو تھی کہ اسلام کی بنیاد تو پیغمبر صاحب نے رکھی اور عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں روم اور فارس جیسی زبردست سلطنتوں کو زیر کرکے اس بنیاد پر سلطنت اسلام کی ایک شاندار عمارت بنا کھڑی کی اصلها ثابت وفرعها فی السماء عمرؓ کی خود خصلت کی پوچھو تو مختصر یہ ہے کہ وہ اسلام کے آگے کسے باشد کسی کی لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے انہوں نے پیغمبر صاحب کے ساتھ منافقوں کا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا برتاؤ دیکھا تھا اور منافقوں کے بارے میں آیات قرآنی سنی تھیں اور اُنکے دل پر نقش تھیں از انجملہ استغفر لهم او لا تستغفر لهم سبعين مرة فلن یغفر اللہ لهم۔ اسلامی جوش میں آکر انہوں نے پیغمبر صاحب کو عبداللہ کے

سلہ اے پیغمبر تم ان کے حق میں مغفرۃ کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرۃ کی دعا نہ کرو ان کے لیئے یکساں ہی اگر تم ستر دفعہ بھی ان کے لیئے مغفرت کی دعا کروگے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا +

جنازے کی نماز پڑھانے سے روکا اور سبعین سے ستر کا عدد خاص نہیں
بلکہ مطلق تکثیر مراد لی عمر رض اہل عرب سے تھے ان سے بڑھکر محاورات زبان
عرب سے کون واقف ہوسکتا ہے ادھر پیغمبر صاحب نے باوجودیکہ
افصح العرب سے تھے سبعین سے ستر کا عدد خاص مراد لیا اور فرمایا کہ میں
ستر بار سے زیادہ بار عبد اللہ کے لیے استغفار کروں گا شاید خدا
اس پر رحم کرے بات اس پر چلی تھی کہ آیت فانکحوا ما طاب لکم من
النساء مثنےٰ وثلث ورُبع کے اعداد کی نسبت ہمارا ذہن اس طرف
منتقل ہوا کہ عجب نہیں اعداد خاص نہیں بلکہ مطلق تکثیر غیر محدود مراد ہو جیسا
کہ اردو اور فارسی زبانوں میں ہے پھر زبان عربی سے سند لینی چاہی تو آیہ
ان تستغفر لهم سبعین مرّة خیال میں آئی کہ پیغمبر صاحب نے سبعین سے
ستر کا عدد خاص سمجھا اور عمر رض نے اسکو تکثیر پر محمول کیا اس کے ضمن میں
ہم نے ہجرۃ اور منافقوں کا حال اور عمر رض کا حال بہت سے مضامین لکھ
ڈالے تا ظرین ان مضامین کو بیرقی کے مضامین سمجھیں گے۔ مگر ہمارا عذر
یہ ہے کہ موسےٰ کو منصب پیغمبری اور معجزہ عصا دیتے وقت خدا نے
موسےٰ سے اتنا ہی پوچھا تھا کہ [1]وما تلک بیمینک یموسیٰ موسےٰ نے
جواب میں عرض کیا [2]ھی عصای اتوکؤا علیها واھش بها علے غنمی ولی
فیها مآرب اخرےٰ ما تلک بیمینک یا موسےٰ کا جواب عصائے بس
کرتا ہے مگر موسیٰ کو شوق ہمکلامی پروردگار نے بس نہ کرنے دیا ہم کو بھی پیغمبر صاحب

---

[1] موسے تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔
[2] میری لاٹھی ہے میں اسپر سہارا لگاتا ہوں اور اسی سے اپنی بکریوں پر درختوں کے
پتے جھاڑتا ہوں اور اس لاٹھی میں میرے اور بھی اغراض ہیں ۱۲

کی باتوں میں مزہ آتا ہے کچھ کہنا ہو تو خود بخود بات جی سے نکلی چلی آتی ہے
اسیطرح کو ہم اپنا ایمان اور اسی کو ہم اپنا اسلام اور اسیکو ہم اپنا عمل سمجھتے ہیں
اور اسی کے بھروسے پر نجات آخرت کی آس لگائے بیٹھے ہیں بہر کیف
ناظرین سے درازی سخن کی معافی مانگ کر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے
ہیں کہ گو عمرؓ بجائے خود زبان عربی کے محاورات اور اسالیب الکلام کے
بڑے ماہر تھے اور قریش کی فصیح عربی ان کی مادری زبان تھی مگر پیغمبر صاحب
کو زبان دانی کے اعتبار سے بھی ہم سب سے برتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔ اور خود
صحابہ نے بارہا اس کا اعتراف کیا ہے پس آیہ ان تستغفر لھم
سبعین مرۃ کے قیاس پر مثنیٰ وثلٰث وربٰع میں بھی اعداد خاص مراد
لیتے ہیں نہ مطلق تکثیر۔ اور بخاری کی دو حدیثوں نے تو ہمارے خیال کو ظن
فاسد قرار دے کر اس کا قطعی فیصلہ کر دیا

عن ابی ھریرۃ أن غیلان اسلم وتحتہ عشر نسوۃ فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ قل امسک منھن اربعًا وفارق باقیھن عن کعبؓ ان نوفل بن
معاویہ اسلم وتحتہ خمس نسوۃ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
امسک اربع او فارق واحدۃ

(ترجمہ) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ غیلان مسلمان ہوا تو اس کے
پاس پوری دس عورتیں تھیں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ چار عورتیں اکو رکھ لو اور باقی (چھ عورتوں) کو چھوڑ
دو۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ معاویہ کا بیٹا نوفل مسلمان ہوا ہے
تو اس کے پاس پانچ عورتیں تھیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ چار کو رکھ لو اور ایک کو چھوڑ دو ۞

غرض یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ مسلمانوں کو قرآن کی رو سے وقت واحد میں
چار بیبیوں تک کے جمع کرنے کی مشروط اجازت ہے حقیقی تکثیر کی بحث
تو بقدر کافی اوپر لکھا جا چکا جس سے ظاہر ہو گیا کہ تکثیر نسل آدم اور مرد
اور عورت کی فطرۃ دو چیزیں تو مقتضی ہیں کہ مرد کو تکثیر ازدواج کی اجازت
دی جائے تاکہ وہ نسل کو بڑھا سکے اور چونکہ عورت میں تکثیر ازدواج سے
نسل کے بڑھانے کی صلاحیت نہیں اسکو تکثیر ازدواج کی اجازت
دینا لاحاصل ۔ لیکن تکثیر نسل کے ساتھ اسکی ضرورت بھی ہے کہ مرد اور
عورت جو میاں بی بی ہیں امن و عافیت کے ساتھ زندگی بسر کریں ؛

مشکل یہ ہے کہ تکثیر ازدواج حد شرعی کے اندر ہو یا باہر جائز ہو یا
ناجائز ہر حالت میں منافی امن و عافیت ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے
اس سے تو ہر شخص یہی نتیجہ نکالیگا کہ تکثیر کی اجازت گو وہ مشروط اجازت
ہے صرف قرآن میں رکھنے کے لیے ہے کوئی مرد اس سے بطریق
جائز مستفید نہیں ہو سکتا ۔ پس اسلام جو دین فطرۃ ہونے کی شیخی مارتا ہے
مِلّۃ سہلۃ سمحۃ اور وما جعل علیکم فی الدین من حرج عیسوی دین
ہو گیا مجموعہ محالات کہ عیسائیوں میں ناممکن التعمیل احکام بہت ہیں جیسے
رہبانیت یا یہ کہ کوئی دائیں گال پر طمانچہ مارے تو بے تامل تو بایاں گال بھی سامنے
دے کر دے اور مار یا کل کے لیے ذخیرہ مت کرو یا اپنے جانی دشمن کے
لیے اپنے پیارے بیٹے کی طرح خلوص دل سے دعا کرو ۔ اس طرح کے
احکام کتاب میں لکھے ہوئے شاندار ہیں ۔ عملاً ایسے احکام سے
نہ دنیا چلتی ہے اور نہ چل سکتی ہے ۔ ہاں اسلامی حکم جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلہا
فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ ایک واجبی اور معقول بات ہے لیکن

تکثیر ازدواج کا حکم تو وہی عیسائیوں کی بات ظاہر ہیں تو یہ اعتراض بڑا قوی معلوم ہوتا ہے لیکن تکثیر ازدواج شرعی کا ناممکن التعمیل ہونا تسلیم نہیں ہے۔

اس سے کہ لوگ تعمیل نہیں کرتے کسی حکم کو ناممکن التعمیل نہیں کہہ سکتے لوگ نہیں تعمیل کرتے اس لیے کہ کیا مرد اور کیا عورت دونوں نے حد شرعی سے بڑھکر اپنے اور حالی حقوق قرار دے رکھے ہیں دوسرا فریق مزاحمت کرتا ہے تو اس لیے اسکو ظالم ٹھیرا سکتے ہیں یہ ہے خانہ داریوں میں فساد کی جڑ اور اسی وجہ سے حکم خدا ناحق بدنام ہے۔ اس بارے میں عورتوں کی طرف سے اکثر زیادتی ہوتی ہے کہ نہ اپنی حالت اپنی ضرورت پر نظر کریں اور نہ مردوں کی۔ سوکن کے نام کو اپنی چڑ بنا رکھا ہے۔ ہمارے متعارفین میں ایک شامت کے مارے ستے پہلی بی بی کی جیتے جیاہ میں دوسرا نکاح کر لیا پہلی اُن کی چوبیس پچیس برس کی رفیق تھی صورت شکل کی بدرجہ اوسط اچھی قاصی صاحب اولاد بیٹوں کی جگہ بیٹے بیٹیوں کی جگہ بیٹیاں بڑی بیٹی سے آگے ایک چھوڑ دو دو بچے سیانا بیٹا ماشاء اللہ جس کی چھ سب بھینے پورے نہیں ہوئے۔ بسم اللہ ہوئی تھی۔ گود میں ڈیڑھ پوتے دو برس کی بیٹی۔ بہو پورے دنوں۔ بزرگوں کے وقت جاگیر بحال۔ آمدنی بافراغت وافر کبھی۔ میاں بی بی میں اَن بن سننے میں نہیں آئی مگر تھا یہ کہ بی بی کو مدت سے دھڑکن کا روگ تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ آسیب کا سا خلل ہے۔ غرض بیچاری اکثر مریض رہتی تھی اور شاید یہی وجہ ہوئی کہ میاں نے دوسرا گھر آباد کیا پہلی کو خبر ہوئی تو پچھاڑ کھا کر زمین پر گریں کچھ دیر میں گلاب کے چھینٹوں سے ہوش آیا تو پیٹ پیٹ کر ہمسائے اور سارے کنبے کی عورتیں جمع

کرلیں۔ بہتیرا سمجھایا کہ خدا رسے تمہارے سنورے ارمان خل چکے اب تم کیوں
اپنی جان کھوتی ہو کرلی تو بلا سے۔ باوجودیکہ میاں نے عدل مستطاع میں
کمی کرنے کا خیال تک بھی نہیں کیا مگر یہہ نیک بخت گھر میں ان کے آنے
کی روادار بھی نہوئی ایک ریختی گو شاعر نے یہ معاملہ نظم کیا ہے نظم کا ایک شعر
کبھی کا سنا سنایا ہم کو بھی یاد ہے ؎

یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں ‍ ‍ ‍ ‍ ‍ کروں کیا کہ تہپر کی چھاتی نہیں

ہم تو اسکو بھی بے انصافی سمجھتے ہیں کہ سارا الاہنا عورتوں کے سر پر
تھوپ دیں۔ مرد بھی اپنی جگہ کونسے بھلے مانس ہیں عدل مستطاع کے
لیے بھی بڑا ضابطہ آدمی چاہیے۔ فی الاکثر لاحوال تکثیر ازواج کی اصلی محرک
حسن پرستی ہوتی ہے اور حسن کا حال یہہ ہے کہ ایک ملک کے لوگ
اعضائے خاص کی شکل و صورت اور رنگ اور وضع کی نسبت ایک خاص
قرارداد کرلیتے ہیں کہ اس طرح کے اعضا کو حسین سمجھیں گے اول تو مذاق
حسن سب جگہ یکساں نہیں۔ انگریز کنجی آنکھوں اور بھورے بالوں کے شیدا
ہیں ہم ہوتی چور آنکھوں اور کالے بالوں کے چینیوں نے ناک کو چہرے
کی ہمواری میں خلل انداز سمجھ کر بچوں کی ناک پر کمانیاں چڑھا چڑھا آخر ناک
کو بڑا چھوٹا۔ حبش میں کوئی ہمارے ملک کا گیہوں رنگ کا آدمی جا نکلے
تو اسکو مبروص سمجھکر اس کی چھانوں سے دور بھاگتے ہیں حبشیوں کے
ہونٹوں کو تو سنتا ہوگا لب زیریش تا پرہ بینی رسید ولب زبرینش زنخداں
فرو ہشتہ۔ اختلاف مذاق پر طرہ یہ کہ ہر شخص کو اپنے مذاق کے مطابق
حسن سے یکساں طور پر ہیجان ہوتا ہے۔ حالانکہ اعضاء خارجی کے حسن کو
کیسا ہی ہو نفس خواہش میں کچھ بھی دخل نہیں مثلاً ہمارے شاعر

ناک کی شان میں کہتے ہیں ؏

آتش حسن سے ایک شعلہ سرکش ہے یہ ناک

لیکن ہمارے نزدیک اگر کسی کی ناک اچھی ہے تو وہ۔ اسی ناک والے کی کام کی ہے وہ بھی اس صورت میں کہ اسکی قوت شامۂ صحیح ہو۔ نتھنوں کی راہ سے سانس کی آمد وشد میں کاوٹ نہ ہو کسی غیر کو اس کی ناک سے کیا تعلق یہ ہے اولاد آدم کی سمجھ سے

بر خیالے نام وشان وننگ ونشان

بر خیالے صلح شان و جنگ شان

با ایں ہمہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آدمی کی فطرۃ میں جہاں اور باتیں ہیں ایک بات یہ بھی ہے کہ اوئل عمر میں اسکی طبیعت جو رنگ پکڑ لیتی ہے وہ تازیست زائل نہیں ہوتا یعنی ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق حسن صورت کی طرف فطرۃً مائل ہوگا اور اس میلان میں اسپر کچھہ الزام نہیں۔ غایت مافی الباب یہ میلان میں جو ہے اصل قوت ہے پس میلان کا برا بھلا ہونا موقوف ہے اصل قوت حسن یا قبیح ہونے پر اور اصل قوت خدا داد یعنی فطری قوت ہے کہ عمر کی ایک حد خاص کو پہنچ کر خود بخود ظہور کرتی ہے اور تمام خدا داد اور فطری قوتیں حسن ہیں اس واسطے کسی مصلحت سے خدا نے دی ہیں احسن کل شئی خلقہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ان خدا داد قوتوں کے بدون کسی انسان کو انسان کامل نہیں کہہ سکتے ہیں۔ ہاں بعض قوتیں ایسی ہیں کہ ان کو احتیاط سے عمل میں لایا جائے تو امن وعافیت میں خلل [illegible] نہ ہوں جو عموماً کل مذاہب کی غرض وغایت ہونی چاہیئے اور خصوصاً اسلام کی ہے سو اسلامی شریعت نے احکام وہدایت سے [illegible] واضح طور پر [illegible] انضباط کا رستہ بتا دیا کہ وہ مصلحت

بھی فوت نہ ہو جس کے لیے وہ قوت دی گئی ہے اور امن و عافیت میں بھی کسی طرح کا خلل واقع نہ ہو اب یہی قوت ہے جسکی نسبت دیر سے بحث ہو رہی ہے کہ اسلامی شریعت نے عدل مستطاع کی قید لگا کر مردوں کو چار تک اجازت دینے سے ایک طرف اُن اغراض کی حفاظت کی جو تکثیر کے بدون حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اور دوسری طرف عورتوں کے حقوق کی کہ اُن پر بھی ظلم نہ ہو جس کی وہ برداشت نہ کر سکیں۔ عیسائیوں میں زناشوئی کا تعلق مرنے بھرنے کا تعلق ہے اور ان کے یہاں مرد عورت میں اسطرح کا تعلق ہوئے پیچھے وہ تعلق منقطع نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسطرح کی صورتیں واقع ہوتی رہتی ہیں کہ کسی وجہ سے میاں بی بی میں سازگاری ہی سکتی یا باقی رہ نہیں سکتی تو اس مذہبی نقص کے رفع کرنے کو ان لوگوں نے ایک عدالتی علیحدگی ایجاد کی جس سے اسلامی طلاق اور خلع کا کام لیا جاتا ہے یہ اور عیسائیت کے ایسے کتنے اور نقص ہیں جن کو اسلامی شریعت نے پورا کیا مگر ناشکری کا کچھ علاج نہیں خیر تو عدل مستطاع میں بھی عورتوں کے حقوق کی رعایت ہے اور وہ طلاق سے آسان تر ہے مسلمان بیبیوں کو چاہیئے کہ اسیکو غنیمت سمجھیں اور اسلام کی احسانمند ہوں۔ عدل مستطاع کی شرط عورت اور مرد دونوں کے حق میں یکساں مفید ہے کہ عورت مطلقہ ہونے کی مصیبت سے بچتی ہے تو مرد مواخذہ بے انصافی سے ولعذاب الاخرة اکبر۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے تو مردونکا ایک اور فائدہ بھی استنباط کیا تھا کہ تکثیر ازدواج مستلزم تکثیر عیال ہے۔ عدل مستطاع کی قید لگانے سے تکثیر ازدواج میں کمی ہوگی تو عیال کی تکثیر میں بھی ضرور کمی ہوگی اور قلت

سا اور آخرت کا عذاب تو دنیا کے عذاب سے کہیں بڑھکر ہے ۱۲

عیال مستلزم قلت نفقات ہے یعنے چار تک تکثیر ازواج میں تکثیر عیال کا
چنداں خوف نہیں اور مسلمان محدود تکثیر ازدواج کے ساتھ بھی فارغ البال
اور خوشحال رہ سکتے ہیں لیکن ہماری رائے میں شخصی حالات کو عیال کی
تکثیر اور تقلیل میں بڑا دخل ہے ممکن ہے کہ بعض خانہ داریوں میں چار
بیبیوں سے بھی کم میں عیال کثیر ہو جائے اور بہت میں نہ ہو بلکہ ہمارے
ملک کے امرا میں تو اکثر معاملہ بالعکس دیکھا جاتا ہے کہ بیبیاں بہت اور اولاد
کم یا بالکل نہیں امام صاحب نے الا تعولوا کے معنے قلت عیال کے سمجھے
حالانکہ لغت عربی کی رو سے یہ معنے الا تعیلو کے ہوتے ہیں نہ الا تعولوا
کے۔ اور قرآن میں الا تعولوا ہے نہ الا تعیلوا۔ بس تو وہی بات رہی
کہ شارع اسلام نے تکثیر ازواج کی حد غایت چار ٹھیرا دی ہے وہ بھی
بشرط عدل اور عدل نہ ہو سکے تو نہ چار نہ تین نہ دو بس ایک اس کو بھی
اجازت نہیں بلکہ ایک اعتبار سے تکثیر کی ممانعت ہی سمجھو کیونکہ عدل کی
شرط کو پورا کرنا گو وہ عدل مستطاع ہی کیوں نہ ہو عقلاً نہیں تو عادۃً محال نہیں تو
محال کے قریب ضرور ہے ؎

چار ٹکڑے کروں دل کے یہ نہیں ہو سکتا
رخ کو دوں لب کو نہ دوں زلف کو دوں تل کو نہ دوں

اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام اقوام متمدنہ روئے زمین میں اہل
عرب کا تمدن پیٹ بھر کر بگڑا ہوا تھا ان ہی کی اصلاح کے لیئے پیغمبر صاحب
عرب میں مبعوث ہوئے ان ہی کی اصلاح کے لیئے قرآن عربی زبان میں
نازل ہوا بعد کو فرمان واجب الاذعان انا ارسلنک کافۃ للناس[۱] کے ذریعے

---

[۱] اے پیغمبر ہم نے تم کو دنیا جہان کے لوگوں کے لیے بنا کر بھیجا ہے ۱۲

سے رسالت عالمگیر کر دی گئی اس لیے کہ احکام قرآنی فطرت انسانی پر مبنی تھے اور فطرت انسانی تمام بنی آدم میں ہے عام تمدن کے ضمن میں اہل عرب کی خانہ داری خصوصاً بدتر سے بدتر حالت میں تھی ان کے ہاں بیبیوں کی کوئی حد نہ تھی۔ اگر انکی خانہ داریوں کی ساری خرابیاں لکھی جائیں تو بجائے خود ایک مستقل اچھی خاصی کتاب لکھنی پڑے قرآن اور احادیث سے جا بجا بہت سی خرابیاں کا پتہ لگتا ہے۔ ہم اس مقام پر اتنی ہی بات جتاتی ہے کہ باوجودیکہ عرب میں عورت مرد کے مقابلے میں بہت ہی دبی ہوئی ہیں خدا نے ان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے تاہم اگرچہ وقت واحد میں وہ کئی مرد نہیں کر سکتی تھی پھر بھی دو یکے بعد دیگرے جتنے شوہر چاہتی کرتی اور اس کی آبرو میں سر مو فرق نہ آ۔

ہم ہندوستان کے مسلمانوں کی طرح نہیں کہ اپنے مذہب کو بالائے طاق رکھکر اوروں کی بہت سی رسمیں اختیار کر بیٹھے۔ اے کاش ستی کی رسم بھی اختیار کر لیتے تو بیوہ عورت چتا پر بیٹھ کر چند منٹ میں جل بھن کر راکھ ہو جاتی تو روح تو ریاح رکھنے تو وہ اب بھی ہوتی ہے مگر چونکہ اسلام تو ایسی ظالمانہ رسم کو کیوں جائز رکھنے لگا تھا۔ رسوم کی رو سے وہ دوسرا نکاح کر نہیں سکتی گیلی لکڑی کی طرح سلگ سلگ کر۔ بس عرب کی عورتوں کے حق میں ایک چھوڑ دوسری سہولتیں تھیں ایک ملکی باس کے مطابق یکے بعد دیگرے متعدد شوہروں سے نکاح کرنے کی دوسری اسلامی شریعت کے عدل کی۔ لیکن ہمارے ہندوستان میں پہلی سہولیت کا نام نہیں۔ عورت دوسرا نکاح کرے تو عزت آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھے عورت تو عورت مرد کسی بیوہ عورت سے نکاح کرے تو اسکی اولاد کی نسبت

نا ملنے کی مشکل پڑ جائے۔ یہ ہی ہے ہمارا ایمان اور اسلام کہ پیغمبر صاحب کی بیبیوں اور ان کی بیٹیوں سے ہم فتراقت میں بڑھ کر ہیں۔ مولویوں نے سمجھا بجھا کر اور مسلمانوں کا جم غفیر مونہ سے نہ کہے تو دل میں کہتا ہے بہکا کر دو چار رانڈوں کے نکاح کرا دیے ہیں تو اس سے داغ کفر و انکار قوم کے ناصیہ حال سے نہیں مٹ سکتا۔ ہم نے تو جہاں تک ہماری عقل نے یاری دی۔ تکثیر ازدواج کے بارے میں اسلامی شریعت کے حکم کو منصفانہ اور مطابق فطرت ثابت کرنے کی کوشش کی اس پر بھی اگر مسلمان قائل نہ ہوں تو اپنا سر کھائیں اور معلوم ہے کہ قائل نہوں گے مرد تو عدل کی قید سے گھبراتے ہیں۔ الانسان حریص علی ما منع عورتیں عدل استطاع پر قانع نہیں۔ ان وقتوں کے ایمان جیسے ضعیف ہیں ہمکو معلوم ہے اور ہم تو اس مسئلے پر ہرگز قلم نہ اٹھاتے مگر مخالفین الٹا چور کوتوال کو ڈانڈے اسی تکثیر کی وجہ سے آسمان کو تھوکتے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر مونہہ آتے ہیں ہم حق بات سے سکوت نہ کر سکے وباللہ التوفیق +

تکثیر ازدواج کا تخمہ اکثر امرا کو ہوتا ہے تو امراء کے فعل کی سند پکڑ کر عام مسلمانوں کو تکثیر کا مجرم ٹھیرانا نری ہیکڑی اور ہٹ دھرمی ہے امراء اور کون سے افعال میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا تفرقہ کرتے ہیں کہ تکثیر ازدواج میں کریں گے دین تو رہا اپنی جگہ یہ دنیا کے نفع و نقصان میں کیا تمیز کرتے ہیں۔ بزرگوں کی کمائی بے دریغ اڑائے چلے جا رہے ہیں اور انجام کار کا کبھی خیال نہیں کرتے تو ان کی تکثیر کے تو ہم جوابدہ نہیں ہاں جس تکثیر کی شرع میں اجازت ہے اسکی حمایت کو ہم موجود ہیں۔

پیغمبر صاحب کی تکثیر کو عام مسلمانوں کی شرعی تکثیر پر قیاس کرنا ایسا ہی قیاس مع الفارق ہے جیسا پیغمبر صاحب کو مسلمانوں میں جو وجہ فارق ہے اسکو خود پیغمبر صاحب نے قرآن پاک کے ان الفاظ میں صاف بتا دیا ہے۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ یہاں تو یُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ہے اور دوسری جگہ اُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ بہر کیف پیغمبر صاحب ہماری ہی طرح کے بشر تھے اور انمیں تمام بشری خواص تھے مگر بشریت ایک کثیف چیز ہے اور فرشتے ٹھہرے ارواح مجردہ اور لطیف اسی لیے پیغمبر کی بشریت میں ایک خاص طرح کی لطافت یعنے روحانیت ہوتی ہے جو کسی اور چیز میں نہیں ہوتی اور اسی روحانیت کی وجہ سے فرشتہ پیغمبر پر وحی لاتا ہے یعنی پیغمبر برزخ ہوتا ہے درمیان بشر اور ملائکہ کے سہ

ادھر مخلوق میں شامل ادھر اللہ سے واصل
خواص اس برزخ کبری میں تھا حرف مشدد کا

پس ہم پیغمبر صاحب کے کسی فعل کو نہ اپنے افعال پر قیاس کر سکتے ہیں اور نہ اپنی تحریکات میں سے قطعی طور پر کسی تحریک کو ان کی طرف منسوب کر سکتے ہیں غرض ہم کو پیغمبر صاحب کی حقیقت تو پوری پوری معلوم نہیں تاہم ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ہم خالص بشری خواص ہی کے اعتبار سے پیغمبر صاحب کے تعلقات

سلہ میں بھی اتم ہی جیسا آدمی ہوں دنگر) مجھ پر وحی آتی ہے ۱۲ سلہ یہ قرآن میری طرف اسی لیے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تمکو اور جسے اسکی خبر پہونچے اسکو عذاب خدا سے ڈراؤں ۱۲

پر نظر ڈالنے میں یہاں خاصۂ بشری سے مراد لینی ہوگی قوۃ اب دیکھنا چاہتے ہیں کہ دواعی تکثیر ازواج کیا ہو سکتے ہیں. مشہور تو یہ ہے کہ ع

مال وجمال وآل بخواہند از زناں

لیکن نہ یہ تقسیم درست ہے نہ اس کی ترتیب دواعی تکثیر ازواج میں سب سے پہلے ہماری نظر غلبۂ قوت پر پڑتی ہے کہ یہ قوۃ ہی مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی طرف مائل کرتی ہے خلاقِ عالم نے اس قوت میں ایک طرح کی لذت رکھی ہے اور وہ لذت مقصود بالذات نہیں. بلکہ مقصود بالذات ہے تکثیر نسل جو نتیجہ ہے اس قوت سے کام لینے کا مگر کوتاہ بیں آدمی نے تکثیر نسل سے قطع نظر کر کے لذت کو مقصود بالذات بنا لیا. یہ بھوک پیاس کی طرح اضطراری نہیں مگر لوگ اس کے پیچھے سلطنتیں تک کھو بیٹھے ہیں با ایں ہمہ چونکہ فطری اور خداداد ہے ہم اس قوت کو برا ہی نہیں کہہ سکتے ہیں قوت فی نفسہا بری نہیں. بے جا استعمال نے اسکو بدنام کر رکھا ہے. ورنہ خداداد قوتیں سب اچھی ہی ہیں علی القیاس غصہ علیٰ ہذا القیاس حب مال بلکہ فطری قوتوں میں ایک بات اور بھی دیکھی جاتی ہے کہ ان قوتوں کی زیادتی کمال انسانیت کی دلیل سمجھی جاتی ہے. حافظہ. ذہانت باصرہ. سامعہ توانائی. کل جسمانی قوتوں کا یہی حال ہے اور اب یہ بات عام طور پر مان لی گئی ہے کہ روح کی توانائی جسم کی توانائی پر موقوف ہے جسم ضعیف روح قوی کا حامل ہو نہیں سکتا اور سرکاری مدارس میں اسی مصلحت سے لان ٹینس اور فٹ بال اور دوسرے کھیلوں کی ریاضتیں لازمی قرار دی گئی ہیں تاکہ طلبہ چاق چوبند چونچال رہیں اس اصول کے مطابق اس قوۃ کا بھی جو زیر بحث ہے یہی حال ہونا چاہیئے مگر کثرت استعمال نے بے جا

زیادتی توری درکنار سرے سے قوت ہی کو کمالات انسانی کی فہرست سے
خارج کر دیا ہے شاید حیادار شخص یہ چاہتے ہیں کہ لوگ عنین پیدا ہوں تو وہ
معتوہ العقل بھی ہوں گے اور ایسا ہی دیکھا بھی گیا ہے پس جب یہ قوت فطری
ہونے کی وجہ سے قبیح نہ ٹھیری بلکہ جو اس قوت سے محروم ہو وہ انسان
ناقص سمجھا جائے تو اس کے موئدات اور معدات کیوں قبیح ہونے لگے
یعنی مثلاً محل استعمال قوت کا حسن صورت کہ وہ بیش بریں نیست کہ مذاق
قوی کے مطابق قوت کو ہیجان لانے والا ہے۔ شباب کو بھی ہم حسن صورت
کی ایک ادا سمجھتے ہیں ؎

شاہد آں نیست کہ موئے ومیانے دارد
بندۂ طلعتِ آنیم کہ آنے دارد

کچھ حسن صورت پر موقوف نہیں کہ اسی کی وجہ سے مرد عورتوں کی طرف
رغبت کرتے ہوں اور بھی چند در چند باتیں ہیں جو مردوں کو مرغوب ہیں کوئی
ہنرمند کو پسند کرتا ہے کوئی دیندار کو۔ کوئی خدمت گزار اور اطاعت شعار
کو کوئی اچھے خاندان کو۔ کوئی مال دار کو جو بہت سارا جہیز لائے اور ساس
سسر اس قدر خوش حال ہوں کہ بیٹی کو معقول آمدنی جہیز میں دیدیں تو اندھا کیا
چاہے دو آنکھیں۔ کوئی لکھی پڑھی کو۔ آجکل کے انگریزی خواں ایسی بے تکلف
کو جو تہذیب النسواں میں شوہر کے لیئے اشتہار دے انتخاب شوہر سے
پہلے جو مانگے اس کو اپنا فوٹو بھیجدے اس کے اندرونی حالات پوچھے
جائیں تو اپنا کچا چٹھا کھولکر آگے رکھدے یعنی اڑکر مردوں کو پیٹی پھرے
کوئی اولاد کے لیئے بی بی کرتا ہے اور اسی نے عورت کی غرض غایت کو
ٹھیک سمجھا ہے۔ غرض شخصی ضرورتیں شخصی مذاق بہتیرے ہیں جنکی وجہ سے

مرد عورتوں پر گرتے ہیں اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ بیبیوں سے پیغمبر صاحب کی کونسی غرض متعلق ہوسکتی تھی۔ چونکہ وہ بشر تھے اور بشر بھی کامل القوےٰ اور خود پکار سے کہتے تھے۔ انا بشر مثلکم[۵۱] اور لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک[۵۲] تو ذکور کو اناث کی طرف مائل ہونے میں عام جائز وجوہ جو اوروں کی طرف منسوب ہوسکتی ہیں پیغمبر صاحب کی طرف بھی منسوب کی جاسکتی ہیں سب اس سے کہ اُن کی شان پیغمبری میں فرا سا بھی ضعف آئے یہ کچھ انوکھے پیغمبر تو نہ تھے ما کنت بدعا من الرسل[۵۳] ان سے پہلے بھی پیغمبر آئے منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک[۵۴] اور وہ سب صنف بشری سے تھے اور ستہ ضروریہ کے بدون ترکیب عنصری کو باقی نہیں کہہ سکتے ستے یاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق[۵۶] تو اس ایک قوت لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودة ورحمة[۵۷] سے کیا قصور کیا ہے کہ اس عمل میں لانا مستلزم کسر شان پیغمبری ہو۔ وہ دواعی نکاح جو ہم نے اوپر گنوائے ہیں

---

۵۱ کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں ۱۲۔

۵۲ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کی سرکار کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں ۱۲

۵۳ میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا پیغمبر تو ہوں نہیں ۱۲

۵۴ ان پیغمبروں میں سے (بعض) ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تم کو سنائے

۵۵ اور ان میں (بعض) ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تم کو نہیں سنائے ۱۲

۵۶ وہ (پیغمبر) کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں (بھی) چلتے پھرتے تھے ۱۲

۵۷ تاکہ تم کو ان کی طرف (رغبت کرنے سے) راحت ملے اور تم (میاں بی بی) میں پیار اور اخلاص پیدا کیا ہے ۱۲

اس کے علاوہ پیغمبر صاحب میں اشاعت اسلام کا ایک داعیہ خاص بھی تہا تمام داعی پر غالب وہ دین توحید لیکر آئے تمام ادیان مروجہ کے مخالف اور لیکر آئے ایسے لوگوں میں جن کو ہلنساہت چہو نہیں گئی تہی وہ چہوٹتے کے ساتھہ گالی گلوج اور مار کٹائی پر اوتر پڑتے صبر و تحمل کی بہی ایک حد ہوتی ہے مگر کرتے کیا ایک طرف خدا کہتا ہے یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اور اسی پر بس نہیں دوسری جگہ فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین۔ دوسری طرف جو ہے خون کا پیاسا ہی اور اگر واللہ یعصمک من الناس اور واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیہم ولا تک فی ضیق مما یمکرون کی تقویت اور حفاظت نہوتی تو رسالت کی بیل ایک گھڑی بہی منڈھے چڑھنے والی نہ تہی مگر صداقت کے بھروسے پر

سلہ اے پیغمبر جو احکام اتپر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئے ہیں (بلا کم و کاست لوگوں کو) سمجھا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تم نے خدا کا پیغام رہی لوگوں کو نہ پہونچایا ۱۲

سلہ اور اگر (پیغمبر زبردستی) کوئی بات ہمارے سر چپکتا تو ہم نے دشمنوں کی طرح اس کا دہنا ہاتھ پکڑ کر اسکی گردن اڑا دی ہوتی اور تم میں کوئی بہی ہم کو اس سے روک نہ سکتا۔

سلہ اور اللہ تم کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اور (اے پیغمبر تم مخالفوں کی ایذاؤں پر) صبر کرو اور خدا کی توفیق کے بدوں تم صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان مخالفوں کے حال پر افسوس کرو اور یہ لوگ جو تمہاری مخالفت میں تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو ۱۲

پیغمبر صاحب تیرہ برس تمام آفتیں بھگتتے رہے یہانتک کہ مجبور
تنگ ہو کر چلے اور مدینے میں جا کر پناہ لی اپنے کیسے دل ہیں کہ یہ سب
کچھ سن سمجھ کر بھی اسلام پر نہیں پسیجتے۔ لوگ بیبیاں کرنے میں جو اعتراض
مدِ نظر رکھتے ہوں۔ ہمارا دل تو گواہی دیتا ہے اور ہمارا دل کیا گواہی دیتا ہے
ہر ایک منصف دل گواہی دیگا کہ پیغمبر صاحب نے جو بی بی کی اسلام
کا مفاد مدِ نظر رکھکر کیسی نفسانی خواہش اور کیسا حسن و جمال اور کیسی دولت
اون کو اسلام کے آگے سب ہیچ تھا ہم اسکی ضرورت تو سمجھتے
نہیں کہ مناکحت کو خلاف شان پیغمبری سمجھکر پیغمبر صاحب میں فقدان قوت
کے قائل ہوں۔ ایسا سمجھنا ان کے کمال انسانیت کو بٹہ لگاتا ہے۔ پس سچی
اور سیدھی بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب کی مناکحت میں اس قوت کو بھی
دخل ضرور تھا مگر اسلام کی دھن کے آگے پیغمبر صاحب کی تمام بشری خواہشیں
بشری اغراض مغلوب تھیں۔ ہر نکاح میں اول اور اقدم اسلام اور اسلام
کی دھن میں دوسری اغراض اور یہی وجہ تکثیر ازواج کی بھی ہوئی کہ دامادی کے
دباؤ سے سارے سسرالی قبیلے کو جھکنا پڑتا ہے اور اسی کی اسلام کی
اشاعت کے لیئے بڑی ضرورت تھی۔ یہاں تک کہ جب اسلام کو خدا نے
غلبہ دیا اور اعوان و انصار کے بہم پہنچانے کی ضرورت نہ رہی لا یحل لک
النساء من بعد سے تکثیر کو روک دیا۔ غرض ہم تو پیغمبر صاحب کے نکاحوں
میں کسیطرح کی اخلاقی برائی پاتے نہیں۔ یہ بات کہ اشاعت اسلام کے
آگے پیغمبر صاحب کی تمام بشری خواہشیں مغلوب تھیں اس کی ہمارے پاس
بہت سی دلائل ہیں۔ از انجملہ یہ کہ پیغمبری سے پہلے سے پیغمبر صاحب بالطبع

---

۵۱ واسطے پیغمبر اس وقت کے ابعد سے دوسری عورتیں انکو درست نہیں ۱۲

بت پرستی سے نفور رہتے تھے اور اپنی قوم اپنے اہل وطن بلکہ تمام لوگوں کو
مبتلائے گمراہی دیکھکر بہت ہی بے چین رہتے تھے ان کو اس فکر میں
کھانا پینا سونا ملنا جلنا کوئی چیز بھلی نہیں معلوم ہوتی تھی بس یہ اُن کے
اخلاق کا اصل الاصول ہے غلبۂ اسلام کے ساتھ اس فکر کی شان تو
بدلی مگر مرتے دم تک رہے اسی فکر میں ٹھیک سے

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
غم کے جانے کا بہت ماتم رہا

ہم اس درد کا ٹھیک اندازہ کر نہیں سکتے جوان کو ابنائے جنس کا تھا پیغمبری
کے قریب قریب وہ بالکل عزلت پسند ہو گئے تھے اکیلے غار حرا میں بیٹھے خدا
کا دھیان کرتے بلکہ ایک مرتبہ نا امیدی کی حالت میں پہاڑ پر سے گر کر اپنی جان
تک گنوا دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اسی حالت پر قیاس کر لو کہ جس شخص کے ایسے
خیالات ہوں اسکو نفسانی خواہشیں کہاں تک گدگدا سکتی ہیں عرب جیسے
گرم ملک کے رہنے والے جہاں مرد اور عورت دونوں سویرے بالغ ہو جاتے
ہیں اول درجے کے شریف النسب جوان خوش رو نیکنام ہمہ صفت
موصوف یہ تو اگر چھوٹوں طلب کرتے تو کیسے بڑے بڑے رئیس سچوں
اپنی بیٹیاں ان سے بیاہ دیتے مگر ان کو مذہبی استغراق میں ایسی باتوں کا
خیال ہی نہ تھا۔ پیغمبر صاحب تو یتیم پیدا ہوئے تھے شروع دادا عبد المطلب
کے کنار عاطفت میں پرورش پائی اون کے انتقال کے بعد چچا ابو طالب
کفالت کرتے رہے۔ قریش خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے تمام قبائل
عرب کے رئیس تھے اور قبیلہ قریش کے رئیس کا بڑا عن کا ہوا
پیغمبر صاحب کے آبا و اجداد ۔

باوجود سخت مذہبی مخالفت اور پرخاش کے پہلے عبدالمطلب و عبدالمطلب کے بعد ابوطالب کی حمایت کی وجہ سے پیغمبر صاحب دشمنوں کی دست درازی سے بہت کچھ محفوظ تھے مگر وہ لوگ اس ٹوہ میں تھے کہ کسی ڈھب سے داد! اور چچا ان سے دست بردار ہو جائیں تو پھر چٹکی بجاتے میں اس آئے دن کے جھگڑے کا تیا پانچا کر دیں یہ دل میں ٹھان اور جمع ہو کر ابوطالب پاس گئے اور ان سے جا کر کہا کہ آپ کو تو کچھ خبر نہیں ہوتی آپکے بھتیجے نے ہم سب کا ناک میں دم کر رکھا ہے اُس کو ایک نئے دین کا خبط اُچھلا ہے۔ سر بازار اور گلی کوچوں میں ہمارے مذہب کی توہین بزرگوں کی تحمیق کرتا پھرتا ہے ہم آپ کے لحاظ سے لہو کے سے گھونٹ پیکر رہ جاتے ہیں آپ اُسکو ہمارے سامنے بلا کر پوچھئے تو سہی کہ آخر یہ چاہتا کیا ہے اگر ریاست کی ہوس ہے تو ہم سب اس بھرے مجمع میں اسکو اپنا بادشاہ کر لیتے ہیں اگر دولت درکار ہے تو قدنا کے چسمہ جمع کر دیں کہ یہ امیرالامرا ہو جائے اگر خوبصورت عورت چاہیئے تو قریشی عورتیں حسن میں شہرۂ آفاق ہیں جس کو پسند کرے اس کو اس سے بیاہ دیں اور اگر اس کا دل الٹ گیا ہے تو طبیب سے سیانے سے اس کا علاج کرائیں اور اگر کسی صورت سے راضی نہ ہو تو آپ اپنے دین آبائی کی خاطر اس پر سے اپنا ہاتھ اُٹھائیں۔ پھر ہم اس سے سمجھ لیں گے یا یہی نہ ہوگا یا ہم نہ ہوں گے

ابوطالب نے پیغمبر صاحب کو سب کے روبرو بلا کر کہا کہ بھتیجے! یہ سب بھلے آدمی تم سے ایک معقول درخواست کرتے ہیں تم سچ سمجھکر ان کو جواب دو۔ پیغمبر صاحب۔ چونکہ اس سبقت سے ایسا خیال کیا کہ شاید چچا

مجھکو جواب دیتے ہیں یہ سمجھکر ان کو اپنی بیکسی پر رونا آیا۔ مگر کہا تو یہ کہا کہ یہ لوگ مجھکو کیا لالچ دکھاتے ہیں اگر چاند سورج کو بھی میری گود میں لا بٹھائیں میں اپنے ارادے سے باز آنے والا نہیں۔ یہ حکایت ہم نے اس غرض سے بیان کی کہ اگر پیغمبر صاحب کو بی بی کی خواہش ہوتی تو اس سے بہتر اور کون سا موقع ہو سکتا تھا مگر ان کو اس سے بحث ہی نہ تھی انکا نکاح پہلا خدیجۃ الکبرے سے ہوا۔ ان کی خواستگاری سے نہیں بلکہ خدیجۃ الکبرے نے خود پیام دیا۔ نکاح کے وقت پیغمبر صاحب کی عمر ۲۵ برس کی تھی اور خدیجۃ الکبرے کی ۴۰ برس کی علاوہ بریں خدیجۃ الکبرے پیغمبر صاحب کی پہلی بی بی تھیں اور پیغمبر صاحب خدیجہ سے تیسرے شوہر۔ ان کے پہلے شوہر ابو ہالہ اور دوسرے عتیق ان کو بیوہ چھوڑ کر مر گئے تھے اس حکایت سے کام کی کئی باتیں مستنبط ہوتی ہیں سب سے پہلے یہ کہ نفسانی خواہش پیغمبر صاحب کو خدیجہ سے نکاح کرنے کی محرک نہیں ہوئی ورنہ وہ اپنے سے پندرہ برس بڑی بیوہ صاحب اولاد کو نہ کرتے بلکہ خدیجہ میں چند در چند خصوصیتیں تھیں۔ سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت ان کے مذہبی خیالات تھے۔ ان کے تفصیلی حالات پیغمبر صاحب کی دوسری بیبیوں کی طرح ان ہی کے بیان خاص میں لکھیں گے جب عنفوان شباب میں پیغمبر صاحب نے نفسانی خواہش کی پروا نہ کی۔ تو بعد کے نکاحوں میں جبکہ یوماً فیوماً عمر رو بانحطاط تھی اور اسلامی تردوات ردبازو یا دکیونکر رسکتے تھے پیغمبر صاحب کے مزاج میں حیا کی افراط بھی بدرجہ غایت تھی الحیاء[1] من الایمان اور اس کی وجہ سے وہ تکثیر نارو اپر قادر ہی نہ تھے ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ کعبہ

---

[1] حیا ایمان کی ایک شاخ ہے ۱۲

آتش اتفاقی سے جل کر مسمار ہوگیا تھا قریش نے جمع ہوکر از سر نو اسکو بنانا
شروع کیا تو ہر شخص کار ثواب سمجھکر اسکی تعمیر میں جو جس سے بن پڑتا تھا
خدمت کرتا تھا یہانتک کہ مال مسالا کندھوں پر ڈہو ڈہو کر پہونچا رہے تھے ان
میں پیغمبر صاحب کے چچا عباس بہی تھے اتنے میں پیغمبر صاحب بہی
آنکلے اور لگے کندہے پر پتھر ڈہونے اس وقت پیغمبر صاحب کی عمر
۳۱ برس کی رہی ہوگی اور عرب میں اتنی عمر کے لڑکے ستر عورت بہت کم
کیا کرتے تھے عباس نے جوان کو کندہے پر پتھر لاتے دیکھا انکا تہمد
کہول گنڈلی بناکر کندہے پر رکہہ دیا کہ اسپر پتھر رکہو نہیں کندھا چھل جائے
گا تہمد کا کہولنا تہا کہ بیہہ مارے حیا کے غش کہاکر گر پڑے تہمد بدستور
باندھ دیا تب انکو ہوش آیا پہر آخر عمر تک یہی حال رہا کہ عورتیں بیعت
کرنے آتیں تو ان کو دوری سے کہہ دیتے کہ جاؤ تمہاری بیعت ہوگئی
غرض کسی اجنبی عورت کا ہاتہہ تک نہیں چہوا ہم نے اب تک پیغمبر صاحب
کی تکثیر ازدواج کی بابت جو کچھ لکہا پیغمبر صاحب کی طرف سے لکہا ان کی
مناکحت میں غرض اولین پاسداری اسلام ہوتی تہی اور علی سبیل التنزیل
غرض ثانوی کے طور پر اس میں شائبہ خواہش نفسانی کا بہی ہو تو چونکہ
خواہش نفسانی فطری اور خداداد اور بقائے نوع انسان کا سبب
ظاہر ہے اور اسی وجہہ سے کوئی فرد بشر اس سے بری نہیں تو پیغمبر
صاحب میں اس خواہش کے ہونے سے ان کی شان پیغمبری میں کسی
طرح ضعف اور فتور نہیں آتا بلکہ اس خواہش کا فقدان نقصان بشریت
ہے اور پیغمبری کی شان اس سے ارفع و اعلی ہے یہ سبب کچھ بہی نکاح
سے تو زن و شوہر دو شخصوں کے حقوق متعلق ہوتے ہیں تو ہم کو امہات المومنین

کے لحاظ سے بھی پیغمبر صاحب کے نکاحوں پر نظر کرنی چاہیئے۔

عرب کے رسم ورواج نے تو عورتوں کے تمام حقوق پامال ہی کر دیے تھے کہ عورت مرد سے کسی حق کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی تھی مگر اسلام نے لھن مثل الذی علیھن بالمعروف سے اور تکثیر ازواج کی صورت میں عدل کی شرط سے عورتوں کو حقدار ٹھیرایا۔ دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر صاحب اپنی ازواج میں کہاں تک شرط عدل کا ایفا کرتے تھے۔

سیر کی تمام کتابیں بالاجماع گواہی دیتی ہیں کہ پیغمبر صاحب نے امہات المومنین میں بالمساوات دن تقسیم کر رکھے تھے جس دن جس کی باری ہوتی اس کے یہاں شب باش ہوتے۔ سفر میں کسی کو ساتھ لیجانا ہوتا تو قرعہ ڈالتے غرض سفر میں حضر میں کسی حالت میں مساوات کے قاعدے کا نقض نہیں کیا۔ جب دن مرض الموت میں علیل ہوئے زینب بی بی کی باری تھی اس خیال سے کہ ام المومنین عائشہ کے گھر میں تیمارداری اچھی ہوگی اور ان کے والد ابوبکرؓ جو پیغمبر صاحب کے مشیر خاص تھے بیٹی کے گھر پر آمد و شد کر سکیں گے سب بیبیوں کی اجازت سے عائشہؓ کے گھر بیماری کے دن کاٹنے چلے گئے اور دوسری بات یہ ہے کہ امہات المومنین کو عام بیبیوں پر قیاس کرنا ہی ٹھیک نہیں۔ یانساء النبی لستن کاحد من النساء[1] بے شک پیغمبر صاحب کی بیبیاں پیغمبر تو نہ تھیں اور کبھی کوئی عورت نبی نہیں ہوئی مگر مردوں میں جو شرف پیغمبر صاحب کو حاصل تھا۔ عورتوں میں شرف ہم بستری پیغمبر کو بھی اسی کے لگ بھگ سمجھو۔[2] الطیبت للطیبین والطیبون

[1] پیغمبر کی بیبیو تم عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں ۱۲

[2] پاک عورتیں پاک مردوں کے لیئے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ۱۲

للطیبت دنیا کی نظروں میں وا^ ازواجہ امھتھم کیا کچھ تھوڑا شرف ہے۔
جس طرح پیغمبر صاحب اسلام کے آگے کبھی دنیاوی خواہش کی چنداں پرواہ
نہیں کرتے تھے یہی حال کل امہات المومنین کا تھا کہ پیغمبر صاحب کی ہمبستری
کے آگے ان کی سب خواہشیں مغلوب تھیں عورتوں کو نان و نفقہ کی بڑی
طمع ہوتی ہے تو امہات المومنین سب کی سب خوشدلی کے ساتھ فقر و فاقے
میں بسر کرتی تھیں پیغمبر صاحب نے صاف لفظوں میں ان سب سے کہہ دیا تھا
ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا
جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد
للمحسنٰت منکن اجرا عظیما۔
روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر صاحب نے عائشہ رض کی نوعمری
کی وجہ سے ان سے کہا تھا کہ دوٹوک جواب دینے سے پہلے تم اپنے
باپ سے رائے لے لینا۔ عائشہ رض نے چھوٹتے ہی کہا کہ باپ سے صلاح
لینے کی کچھ ضرورت نہیں میں خدا رسول اور دار آخرت کی زوجیت کی کس قدر
عظمت کرتی تھیں ام المومنین سودہ عمر سے اُتری ہوئی تھیں ان کو از خود خیال تھا
کہ کہیں پیغمبر صاحب مجھکو چھوڑ نہ دیں انہوں نے خوشی راضی سے عائشہ رض
کو اپنی باری دے دی اور پیغمبر صاحب سے کہا کہ مجھکو اسی قدر بس کرتا ہے

۵۱ اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب و تعظیم میں) ان کی مائیں ہیں ۱۲
۵۲ کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کی طلب گار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ
دے دلاکر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول
اور عاقبت کے گھر کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیکو کار ہیں ان کے لیے اللہ نے
بڑے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں ۱۲

کریں قیامت میں آپ کی بی بی کہہ کر پکاری جاؤں ؟

ہم پیغمبر صاحب کو تمام لوازم خاصۂ بشریت کے ساتھ بشر مانتے ہیں اور وہ خود اس کے معترف تھے ہاں جو بات تفتیش حالات سے ہم کو ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ پیغمبر صاحب اور امہات المومنین فریقین کو نکاح میں مذہبی غرض زیادہ تر مقصود تھی پیغمبر صاحب کو اسلام کی تقویت اور امہات المومنین کو شرف ہم بستری پیغمبر۔ دنیاوی اعتبار سے بھی کیا کوئی عزت اِس عزۃ کو پا سکتی ہے کہ پیغمبر صاحب کی بیبیاں ادب اور تعظیم کی رو سے تمام امت کی مائیں قرار پائیں کسی اور عورت کو بھی یہ رتبہ حاصل ہوا ہے۔ عورتیں بالطبع کھانا پینا خوش حال گھر ڈھونڈھا کرتی ہیں۔ سو پیغمبر صاحب کو تو خوش حالی ساری عمر نصیب ہی نہیں ہوئی اور ہوتی کہاں سے باپ کو تو آنکھہ کھول کے دیکھا تک نہیں دادا نے یتیم پوتے کو پالا تو خیر ان کے وقت میں خدا نے ننگا بھوکا نہیں رکھا۔ دادا کے مرے پیچھے چچا ابو طالب نے دست گیری کی تو وہ خود قرضدار اور کثیر العیال تھے۔ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تعلق سے پیغمبر صاحب کی خوش حالی کا آغاز سمجھو تو مذہبی مخالفت کی وجہ سے قریش نے ان کو اور ان کے طرفداروں کو شعب ابی طالب میں نظر بند کر دیا برادری سے خارج۔ کھانا پینا موقوف لین دین بند میل جول متروک۔ تو ایسی حالت میں خیالی خوش حالی کیا کام دے سکتی تھی۔ ہجرت کے بعد سے خیال ہو سکتا ہے کہ مدینے میں مرد ولا سے فتوحات ہونے لگی ہوں گی تو فتوحات کا حال یہ ہے کہ زکوٰۃ کو اور صدقات کو پیغمبر صاحب نے نہ صرف اپنے اوپر بلکہ تمام بنی ہاشم پر حرام کر رکھا تھا اور ان کو لوگوں کے مال کا میل اور ان کے لینے کو ذلیل بے غیرتی فرماتے

ہاں غنیمت کی ایک رقم تھی جس سے خوش حالی کی توقع کی جا سکتی تھی تو
عرب کا دستور تھا کہ لڑائی میں جو لوٹ کا مال ہاتھ آتا اس کا چوتھائی فریق
غالب کے سردار کا حق ہوتا اور تین چوتھائی لشکر کا۔ پیغمبر صاحب نے
چوتھائی کو گھٹا کر پانچواں کر دیا۔ اور پانچویں میں ایک نادار اور صد ہمیار
واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ
والیتمٰی والمساکین وابن السبیل۔ ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ حضرت علیؓ
کو معلوم ہوا کہ پیغمبر صاحب کے پاس غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں آپ نے
حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو یہ خبر دی کہ نہ شکایت کیا کرتی ہو کہ چکی پیستے پیستے
میرے ہاتھوں میں سٹے پڑ گئے ہیں اور گھر کے کام کاج سے مجکو اتنی فرصت
نہیں ملتی کہ بچوں کی خبر لوں۔ ایسے میں جا کر اپنے والد صاحب سے ایک
لونڈی مانگ لاؤ فاطمہؓ گئیں اور ان کو پیغمبر صاحب کی عادت معلوم تھی کہ وہ
مہاجر مسلمانوں کی تکلیف کے آگے اپنی اور اپنے قرابتمندوں کی تکلیف
کی پروا نہیں کرتے ہچکچاتی ہوئی پیغمبر صاحب کے پاس تشریف لے
گئیں۔ اتفاق سے اس وقت پیغمبر صاحب گھر تشریف نہیں رکھتے تھے
انھوں نے ام المومنین بی بی عائشہ سے اپنا واقعہ بیان کیا اور چلتے وقت
کہتی گئیں کہ پیغمبر صاحب کو میرا آنا اور یہ واقعہ یاد دلا دینا پیغمبر صاحب
تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے بی بی فاطمۃ الزہرا کے آنے اور آنے
کی ضرورت بیان کی ✤

لہ اور (مسلمانو) جان رکھو کہ جو چیز تم (لڑائی میں) لوٹ کر لاؤ اس کا پانچواں حصہ
خدا اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا
اور مسافروں کا ۱۲

پیغمبر صاحبؐ بھی فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اس وقت یہ دونوں میاں بی بی سونے ہی کو تھے انہوں نے پیغمبر صاحبؐ کی آہٹ پائی تو لگے کھڑے ہونے۔ پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا۔ بیٹا لیٹے رہو۔ چنانچہ آپ بی بی فاطمہؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے بیچ میں جا بیٹھے اور فرمانے لگے کہ تم نے جس چیز کی مجھ سے درخواست کی ہے اس سے بہتر ایک چیز تمھیں بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب تم دونوں میاں بی بی سونے کے لیے بچھونے پر آیا کرو تو ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لیے خادم سے بہت بہتر ہے تو یہ نہیں کہ پیغمبر صاحبؐ کو خوشحالی ہونے کے مواقع نہ تھے۔ مواقع تو بہتیرے تھے مگر وہ آپ خوشحال زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اپنے خاندان کے حق میں خدا سے دعا کیا کرتے تھے اللھم اجعل رزق آل محمد کفافاً[1] پیغمبر صاحب کی بڑی خوشحالی اگر اسکو خوشحال سمجھا جائے یہ تھی کہ خیبر بے لڑے بھڑے فتح ہو گیا تھا وہاں کا خراج دستور کے موافق بلا شرکت غیرے خاص پیغمبر صاحب کا حق تھا خیبر سے جو موٹا جھوٹا اناج ازقسم جو وغیرہ برس کے برس آتا وہ امہات المومنین میں علی السویہ تقسیم کیا جاتا اور اسمیں تنگی گزر اوقات ہوتی تھی۔ تنگی پر تنگی یہ تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ تنگی کی شکایت کرے ایک دفعہ تنگی رزق سے تنگ آکر امہات المومنین نے پیغمبر صاحبؐ سے فریاد کی تو پیغمبر صاحب روٹھ کر سب کے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو گئے وہی مثل ہوئی کہ نماز معاف کرانے گئے روزے گلے پڑے پیغمبر صاحبؐ کو روٹھا دیکھکر ابو بکرؓ نے عائشہؓ کی اور عمرؓ نے حفصہؓ کی

[1] خداوندا محمدؐ کی اہل و عیال کو اتنی روزی دے جسمیں نہ سرکشی اور مرتکب گناہ نہ ہوں۔

باپ ہونے کی حیثیت سے خوب خوب گوشمالی کی اور تنگی پر گذر کی صورت یہ تھی کہ کسی نے عائشہ رض سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کیا چھاننا چھوڑنا جیسے جَو آئے پیسے بھوسی پھونک مار کر اُڑا دی آٹا گوندھا پکایا کھایا یہ روٹی ہوتی تھی اور سالن نعم الادم الخل ان لوگوں نے غالب غذا کھجوریں کھائیں اور پانی سے اوتاریں یہ تھی پیغمبر صاحب کی زندگی اُن وقتوں میں جب وہ قریب تمام جزایر عرب کے بادشاہ تھے اس زہد اور اس ایثار میں اگر وہ سچے پیغمبر نہ تھے تو پیغمبری باتیں ہی باتیں ہیں پیغمبر صاحب کے حالات عسرت وضیق عیش کیا دوست و دشمن سب کو معلوم تھے اسپر بھی امہات المومنین نے کیوں پیغمبر صاحب کی زوجیت میں آنا اور رہنا قبول کیا اسکی وجہ شرف ہم بستری کے سوائے اور کچھ سمجھ میں آتی نہیں او ہوسکتی بھی نہیں سوکنوں کی باہمی کناچھنی معمولی اور ضروری بات ہے اور کناچھنی ہوتی ہے تو اغراض خسیسۂ دنیوی کی وجہ سے اور چونکہ امہات المومنین کے حالات میں اس طرح کی بیہودگیوں کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ ہی اسبات کی کافی دلیل ہے کہ امہات المومنین کو مذہبی شرف کے آگے دنیوی تبذل اور چھوٹی اغراض پر نظر ہی نہ تھی ورنہ خانہ داری کے ہمہ وقت کے رگڑے جھگڑے پیغمبر صاحب کو اسقدر پریشان کیئے رہتے کہ وہ مقصد اہم اشاعت اسلام کی طرف توجہ کرنے کی مطلق فرصت نہ پاتے تو اذلیس فلیس اس سے پہلے کہ ہم فرداً ایک ایک ام المومنین کے ساتھ پیغمبر صاحب کے نکاح کے حالات لکھنے چلیں یہہ مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شرافت خاندانی کی رو سے پیغمبر صاحب کا تعارف کرایا

سلہ مُنہ مسالن سیر عرب سے لا

جائے تاکہ معلوم ہو کہ پیغمبر صاحب کا خاندان کا بڑا عرب کا بڑا کیسا معزز کیسا باوقار خاندان تھا اس مطلب کے لیے ہم آگے چل کر پیغمبر صاحب کا شجرہ نسب نقل کیئے دیتے ہیں اس کے بعد سلسلے کی کڑیوں میں سے خاص خاص کڑیوں کی نسبت مناسب مقام پر کچھ تشریح بھی کریں گے شجرہ نظر کرتے وقت یہ بات پیش نہاد خاطر رہے کہ اقوام روزگار میں اہل عرب کو نسب پر بڑا ناز تھا۔ الھٰکم التکاثر حتّٰی زرتم المقابر لوگوں کو دادا پڑدادا سکڑدادا سے اوپر کے نام معلوم نہیں رہتے اور عرب میں دس دس پندرہ پندرہ پشتوں کے نام بچے بچے کو نوک زبان رہتے تھے اور یہ بات عربی دواوین اور حدیث اور سیر کی کتابوں سے بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نسب پر گھمنڈ کرنا بھی ایک حد تک انسان کی جبلت ہے اور عرب میں تو انسان سے گزر کر گھوڑوں اور اونٹوں تک کے نسب نامے محفوظ رہتے تھے اور عجب نہیں اب تک بھی ہوں۔ نباتات اور حیوانات میں بھی اصالت کا اثر دیکھا جاتا ہے ع

گندم از گندم بروید جو ز جو

دامن کوہ ہمالیہ میں دیرہ دون کا مشہور منہ ہے اس میں سرکار کی طرف سے عمدہ سانڈ۔ گھوڑے چھوٹے ہوئے ہیں ان سے توپ خانے کے لیے نسل لی جاتی ہے اسی خیال سے ہم نے اسوقت اس نسب نامے کو لیا جس سے ضرور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے شریف خاندان کا آدمی علو تاً ممکن نہیں کہ کسی طرح کی بد وضعی سے اپنے بزرگوں کے نام کو بٹہ لگائے اور خود پیغمبر صلعم تو اپنی ذات سے ایسے نیک خصلت تھے کہ محمد امین کہے جاتے تھے۔ یعنی لوگوں نے غالب صفت امین کو جزو

تام قرار دے لیا تھا اب دیکھنا چاہیئے کہ شرافت کا معیار کیا ہے خصائل
حمیدہ مکارم اخلاق۔ ہم نے اپنی کتاب اجتہاد میں ثابت کیا ہے کہ دین و
مذہب کی اصل الاصول ہے خدا کو ماننا پھر ماننے پیچھے اوسکی مرضی معلوم
کرنا وہ ہم بندوں سے کیا چاہتا ہے پھر اسکی مرضی معلوم کیئے پیچھے اسپر
کاربند ہونا اسی کتاب میں ہم نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ خدا کو ماننا اور اسکی
مرضی معلوم کرنا دونو باتیں ہمارے لیئے فطری ہیں یعنی ہماری فطرت متقاضی
تھی کہ ہم چار و ناچار خدا کو مانیں۔ اور وہی فطرت ہم کو اس کی مرضی معلوم
کرنے کی طرف مائل کرتی ہے فطرت کی بنا پر ہم اس مقصد پر پہنچے کہ خدا
یہ چاہتا ہے کہ کارخانہ عالم کی کل کو جس طرح پر اس نے اپنی حکمت بالغہ
سے چلا دیا ہے امن و عافیت کے ساتھ چلنے دیا جائے اس کی فنا
میں کسی طرح کی رکاوٹ نہ ہو۔ کلوں میں تیل کام میں لایا جاتا ہے تاکہ پرزے
آسانی سے چلتے رہیں کارخانہ عالم کی کل کا تیل ہے دین و مذہب اور دین
و مذہب کی غرض و غایت ہے امن و عافیت۔ غرض مذہب کے جتنے احکام
از قبیل معتقدات و عبادات و معاملات ہیں۔ سب کے سب دنیا میں امن و عافیت
کے قایم کرنے کے لیے ہیں۔ اور چونکہ معتقدات اور عبادات سے بھی مقصود
اصلی معاملات کی درستی ہے۔ اس رو سے مکارم اخلاق اصل دین سے
ٹھیرے۔ کیونکہ مکارم اخلاق بیش برین نیست کہ امن و عافیت اور درستی
معاملات کا دستور العمل ہیں اور بس۔ مگر اس نکتے کو بہت ہی کم لوگ
سمجھتے ہیں۔ اے کاش لوگ مکارم اخلاق یا درستی معاملات باہمی کو اصل
دین سمجھیں تو امن و عافیت میں بے انتہا افزایش ہو۔ اب جتنا کچھ اور
جیسا کچھ امن ہے بھی حاکم وقت کے قانون اور ایک دوسرے کے ڈر سے

اور اسی سبب لوگ گرفت کا پہلو بچا ہی جاتے ہیں اور برابر نقص امن ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اگر لوگوں کو اعتقاد ہو کہ ابقار امن وعافیت میں خدا کی مرضی ہے اور خدا قادر مطلق اور دانائے نہاں وآشکارا بھی ہے یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔ اور اس نے آخرت کی پکڑ ای مصلحت سے لگائی ہے کہ دنیا کی ناتمامی کو پورا کرے تو سمجھیں کہ جو لوگ دنیا میں بوجہ من الوجوہ نیکوکاری اور فرمانبرداری کے اجر سے محروم رہ گئے آخرۃ میں اپنے کیے کا خمیازہ بھگتیں گے۔ اب ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ تمدن میں آدمی کے معاملات باہمی گوناگوں اور متنوع ہوتے ہیں اسی طرح علیٰ اختلاف الحالات اس کے اخلاق کہیں اس کو غصہ کرنا ہوتا ہے کہیں درگذر کہیں درشتی کہیں نرمی کہیں ملاپ کہیں بگاڑ۔ یہ اخلاق بظاہر ضد یکدیگر معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کو یکساں طور پر مقتضائے فطرت انسانی نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر نہیں ہر ایک خلق اپنے اپنے محل پر مقتضائے فطرت ہے۔ جن لوگوں نے فن اخلاق میں مستقل کتابیں لکھی ہیں انہوں نے جزئیات پر نظر کر کے اخلاق کی بڑی لمبی فہرست بنائی ہے ہم نے اپنی کتاب الحقوق والفرائض کے حصہ سوئم اخلاق میں تمام اخلاق کو اصل واحد حفظ نفس کی فروع قرار دیا تو حفظ نفس دو شکلوں میں وقوع پذیر ہوتا ہے

(۱) جلب ملائم (۲) دفع ناملائم۔ جلب ملائم میں تمام انسانی خواہشیں داخل ہیں جن کا حصول آدمی کی اپنی عافیت کے لیئے ضروری ہے دفع ناملائم میں وہ تدبیریں ہیں جو گزند کے روکنے کے لیے کرنی پڑتی ہیں یا

سلہ خدا آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان بھیدوں کو بھی جو دلوں کے اندر پوشیدہ ہیں

دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ سخاوت اور شجاعت انسان کے اخلاق یعنی مذہب کی دو بڑی قسمیں ہیں پہلی دوسروں کے لیے اور دوسری اپنے لیے اور ہر ایک کے ذیل میں بہت سی جزئیات ہیں مثلاً رحم اور تواضع کو ہم ایک طرح کی سخاوت کہیں گے اور کبر و ظلم کو شجاعت کے تحت میں رکھیں گے۔ باہمی تمیز بھی اعتباری ہی ورنہ انسانی اخلاق ایسے ایک دوسرے سے مخلوط ہیں کہ اشتباہ بھی ہو جاتا ہے اس رو سے ہم سخاوت پر بھی شجاعت کا اطلاق کر سکتے ہیں۔ ایک مصنف نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ سخاوت اور شجاعت قسم یکدیگر نہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں کہ جو بہادر جان کے دینے میں دریغ نہ کرے مال کے دینے میں بخل کر نہیں سکتا۔

خیر یہ تو مصنفوں کی موشگافیاں ہیں ہم کو اس جگہ اس سے غرض ہے کہ عرب کے لوگوں میں جو کچھ بھی خرابیاں رہی ہوں وہ بہادری اور مہماں نوازی میں سب سے پیش پیش تھے خصوصاً پیغمبر صاحب کے اجداد امجاد۔ ان کی خصوصیت کی وجہ تھی خانہ کعبہ کی متوارث تولیت پہلے تولیت کعبہ کے معنے سمجھو کہ تولیت سے سقایت۔ رفادت حجابت بدوت۔ لوار۔ قیادت یہ بھی خدمتیں متعلق تھیں۔

چار ہزار برس کے لگ بھگ ہوئے آئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جن کو یہود اور نصاریٰ اور مسلمان کل اہل کتاب یکساں طور پر پیغمبر برحق مانتے ہیں اپنی بی بی ہاجرہ اور فرزند اکبر اسمٰعیل علیہ السلام کو جو ہاجرہ کے بطن سے تھے سرزمین مکہ میں لاکر بسایا۔ اسوقت شہر مکہ کا کہیں نام و نشان ہی نہ تھا سنگلاخ۔ پہاڑی زمین اجاڑ پڑی تھی وہیں

باپ بیٹوں نے عبادت کے لیئے چار دیواری سن کوٹھے کی طرح لبتوی جگہ گہیر دی جو کعبہ کہلائی۔ کچھہ کم چار ہزار برس کی بات ہے اس سے سمجھہ لو کہ ابراہیمؑ نے کس طرح کعبہ بنایا ہوگا چھت تک نہیں پائی۔ مگر تہا کیا کہ ابراہیمؑ جبکہ ہر طرف بت پرستی پھیلی ہوئی تہی۔ بڑے شد و مد کے ساتھ عقیدۂ توحید کے پہلے رواج دینے والے تہے تو کعبہ پہلی اور اکیلی مسجد تہی جو خدائے واحد کی عبادت کے لیے بنائی گئی کوئی عمارت اس ترقی کے زمانے میں بھی کیسی ہی مستحکم بنائی جائے آخر کابھی نہ کبھی بوسیدہ ہوکر ضرور تجدید یا مرمت کی محتاج ہوگی اور ایسا ہی دیکھا بھی گیا ہے ؎

لَهَا مَلَكٌ يُنَادِي كُلَّ يَومٍ لِدُوا لِلْمَوتِ وَابْنُوا لِلخَرَابِ

یہی حال ابراہیمؑ کے بنائے ہوئے کعبے کا ہوا ہے کہ جب سے بنا ہے چھ بار اسکی تجدید ہو چکی ہے اور مرمت اور تحسین اور تزئین کا تو کچھہ شمار ہی نہیں۔ ثبات و قیام عمارت کے لحاظ سے غنیمت ہے کہ حجاز کے علاقے میں جہاں کعبہ ہے برسات نہیں ہوتی یا ہوتی تھی تو بہت کم ورنہ خدا جانے اس عرصے میں کتنی بار تجدید کرنی پڑتی۔ برسات تو معمول سے نہیں ہوتی مگر پہاڑی نالوں کا سیلاب آکر کبھی کبھی کعبے کا طواف کر جاتا تھا۔ تین مرتبہ تو سیلاب کی وجہ سے کعبے کی تجدید کرنی پڑی ہے دو بار آگ کے لگنے سے مسمار ہو گیا تھا از سر نو بنایا گیا۔

سلہ زمین پر ایک فرشتہ ہر وقت پکار رہا ہے کہ [illegible] برباد ہونیکے لیے عمارتیں بناؤ

یہ ۷۲ صفحہ کا ادبی ماہوار رسالہ جس آب و تاب سے شائع ہوتا ہے اس کا اندازہ صرف
اس سے ہو سکتا ہے کہ تمدن نے دنیائے ادب میں ایک دھوم مچادی۔ سائنس فلسفہ
ادب تاریخ وغیرہ پر ان منتخب اہل قلم کے مضامین نکل رہے ہیں جو ملک و قوم کے واسطے
مایۂ ناز ہیں شیخ محمد اکرام صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ اور مولوی محمد عبدالراشد صاحب الخیری کی ایڈیٹری
نے جو رنگ اس رسالہ میں پیدا کیا ہے وہ دیکھنے کے متعلق ہے زبان اردو کی حمایت کے علاوہ
تمدن کا مقصد اعلیٰ حقوق نسواں کی حفاظت ہے قیمت ۱۲ر - و ۲

یاسمین

پروفیسر مرزا محمد سعید صاحب ایم۔ اے مصنف خواب ہستی کی وہ لاجواب
کتاب جس نے اشاعت سے پہلے ملک بھر میں دھوم مچادی تھی تیار ہو گئی ہے
یاسمین بنگالہ کی حوروش نازنین کا ہر واقعہ حسن و عشق کی جان ہے طرز تحریر بیان واقعات
راز و نیاز کی باتیں غرض کہ ایک مہ جبین کی جیتی جاگتی تصویر تعلیم یافتہ نوجوانوں کو واسطے
عبرت انگیز انجام ہے قیمت ایک روپیہ (عہ)

اورنگ زیب پر ایک نظر

شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی دنیا سے رخصت ہوئے مگر
مولانائے مرحوم کی یہ بیش بہا تصنیف زندہ ہے
شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی مفصل سوانح عمری معترضین کا دندان شکن جواب بادشاہ کا
عجز و انکسار روزانہ زندگی اور حسن انتظام۔ تاریخی واقعات اور مولانا کا طرز بیان شمع
کی باتیں پروانہ کی زبان سے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸ر) علاوہ محصول

منیجر عصمت و تمدن الخیری دہلی

جنتری مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶

کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۵ء

سنہ ۱۵ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلاقیمت و محصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ لینا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیجدیجئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردیجائے گی +

تندرستی کی گفتگو

اپنی صحت کو درست رکھنے کے لیے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جستجو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں۔ دولتمند گھی۔ دودھ میوہ۔ وغیرہ کھاتے ہیں اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں۔ غریب کم خرچ۔ جڑی بوٹی۔ اور چٹکلے کی کھوج میں رہتے ہیں۔ اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا بھی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کو موافق ہوتی ہے اس فکر اور وقت کو دور کرنیکی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جسمیں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ اسقدر لیاقت باہر خرچ ہے وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی گولیاں ہیں۔ آپ بھی آزمایش کر کے دیکھئے۔ یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون کو نیا پیدا کرتی ہیں۔ جوانی کی بے اعتدالیوں کی وجہ جو خرابی ہو۔ اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو سب شکایتیں دور کر کے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں اگر آپ آزمایش کرنا چاہین تو ایک لفافے کے اندر دو پیسے کا ٹکٹ اور دس شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے۔ نمونہ مفت۔ بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جائیگا قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی ایک روپیہ محصولڈاک ۵؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ